احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جون 2019ء

کیفیاتِ قلبی اور اثراتِ صحبت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

ظلم و بربریت اور ریاستی دہشت گردی کے 5 سال

سانحہ ماڈل ٹاؤن قانونی جدوجہد: ایک جائزہ

علمِ نافع کا حصول ادب کے بغیر ممکن نہیں

اصلاحِ احوال اور روحانی امراض کا علاج

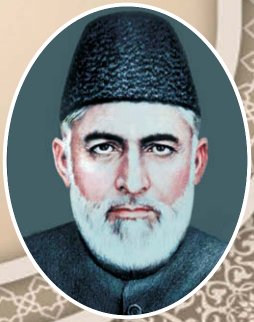

غالب و کار آفرین، کارکُشا اور کارساز بندۂ مومن ڈاکٹر فریدالدین قادری

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا

HALAL
Minhaj Halal Certification

GROW YOUR
Business
with
Minhaj Halal Certification

Ensuring Human Well-being

MINHAJ HALAL CERTIFICATION

Our Halal Services
Certification
Training
Public Awareness
Information/Feedback
Management
Survelliance/Minitoring

حلال کاروبار
بڑھائے ترقی کی رفتار

دنیا بھر میں حلال مصنوعات اور کاروبار کے بڑھتے ہوئے رجحانات اور ترقی کے نئے امکانات کے پیشِ نظر
منہاج القرآن انٹرنیشنل کے تعاون سے منہاج حلال سرٹیفکیشن کا آغاز
نہ صرف منہاج القرآن سے وابستہ کاروباری افراد اور اداروں بلکہ نیشنل اور ملٹی نیشنل اداروں کے لئے بھی باعثِ اطمینان ہے
کہ انہیں اب مستند حلال سرٹیفکیشن دستیاب ہوگی۔
شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری سرپرستی
دنیا بھر سے منہاج القرآن انٹرنیشنل کے ریسرچ اسکالرز کی معاونت
حلال سرٹیفکیشن کے بین الاقوامی معیارات کے عین مطابق تربیت یافتہ افرادی قوت
پاکستانی برآمدات کو بڑھانے میں ایک اہم ترین سنگِ میل کا حصول
دنیا بھر میں قابلِ قبول ایک مستند سرٹیفکیٹ

Minhaj Halal Certification (Pvt) Ltd.
Minhaj University Road, Township, Lahore. Pakistan
92-42-35142024, 0333-8598870, 0300-9400286
facebook.com/minhajhalal
www.minhajhalal.com

FREQUENCY

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیر نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 33 شمارہ: 6 / شوال ۱۴۴۰ھ / جون 2019ء

حسن ترتیب

(اداریہ) شہدائے ماڈل ٹاؤن کی 5ویں برسی اور نظامِ عدل	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: کیفیاتِ قلبی اور برکاتِ صحبت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: بچوں کی تربیت کے شرعی احکامات	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	11
آدابِ حصولِ علم	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	14
اصلاحِ احوال اور روحانی امراض کا علاج	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	20
فقہ کیا ہے اور فقیہ کون؟	منظر الاسلام ازہری	23
سانحہ ماڈل ٹاؤن: قانونی جدوجہد، ایک جائزہ	نعیم الدین چودھری	27
شہدائے ماڈل ٹاؤن کا انصاف: سیاسی رہنماؤں کا عزم	نور اللہ صدیقی	33
حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: حیات وسیرت	محمد فاروق رانا	36
منہاج حلال سرٹیفکیشن: ایک تعارف	خصوصی رپورٹ	39

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی

محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے — سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

مالکِ ہر کمال تیری ذات
دائماً لازوال تیری ذات

تُو ہے قہار تُو ہی ہے غفار
ہے جلال و جمال تیری ذات

دنیوی اُخروی ہر مرحلے میں
لے گی مجھ کو سنبھال تیری ذات

حدِّ ادراک سے ہے تو آگے
ماورائے خیال تیری ذات

ہر زمانے کا تُو ہی خالق ہے
استقبال و حال تیری ذات

تُو ہی نزدیک تر رگِ جاں سے
سنتی ہے ہر سوال تیری ذات

عالمِ غیب داں، خبیر و علیم
آشنائے مآل تیری ذات

تُو مکان و جہت سے یکسر پاک
اے کہ بے خدوخال تیری ذات

عقلِ نیّر میں تُو سمائے کہاں
بیروں از قیل و قال تیری ذات

(ضیا نیّر)

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زندہ رہنے کو مدینے کی فضا ڈھونڈیں گے
لطف دنیا ہی میں جنت سے سوا ڈھونڈیں گے

راس آئے گی نہ عشاقِ نبیؐ کو جنت
جا کے جنت میں بھی طیبہ کی ہوا ڈھونڈیں گے

حُور و غِلمان و ملک جن و بشر تا بہ ابد
''آپؐ کی سیرتِ اطہر سے ضیا ڈھونڈیں گے''

گمرہی تیرہ شبی اُن کا مقدر ہوگی
اُنؐ کا در چھوڑ کے جو راہِ خدا ڈھونڈیں گے

امتی جملہ رسولوں کے بروزِ محشر
میرے آقاؐ کی شفاعت کی رِدا ڈھونڈیں گے

محوِ توصیفِ رُخِ شاہؐ رہیں گے ہر دم
ہم تو محشر میں بھی توفیقِ ثنا ڈھونڈیں گے

ناز اٹھائیں گے طبیبوں کے نہ ہم ہمذآلی
اُنؐ کے قدمین کے دھوون سے شِفا ڈھونڈیں گے

(انجینئر اشفاق حسین ہمذآلی)

اداریہ

شہدائے ماڈل ٹاؤن کی 5ویں برسی اور نظامِ عدل

اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ (گواہی) خود تمہارے اپنے یا (تمہارے) والدین یا (تمہارے) رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو۔ایک اور مقام پر فرمایا کہ سچے لوگوں کا ساتھ دو، کسی مجرم، خائن اور بددیانت شخص کا ساتھ مت دو۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا (اے رسول گرامی!) لوگوں میں حق کے مطابق فیصلے کریں، بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں اور یہ کہ اللہ بددیانت اور بدکار کو پسند نہیں کرتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ عدل و انصاف اور گواہی کے معاملے میں خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات نظامِ عدل کی بنیاد ہیں مگر افسوس! اسلام کے نام پر حاصل کیے جانے والے وطنِ عزیز کا نظامِ عدل اسلام کے بتائے گئے اصولوں پر عمل پیرا نہیں ہے۔ انصاف کے عمل میں مظلوم کی بے بسی کی بجائے طاقتور کا چہرہ دیکھا جاتا ہے۔مخصوص کیسز میں سچی گواہی کو چھپایا اور جھوٹی گواہی کو قبول کیا جاتا ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا کیس موجودہ نظامِ عدل کا چہرہ بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے۔ 17 جون 2014ء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 5 سال مکمل ہو گئے مگر ہم دکھی دل کے ساتھ یہ کہہ رہے ہیں مظلوموں کا انصاف، انصاف کے اداروں سے مانگا گیا تھا مگر جیسے ہی کوئی سنجیدہ پیش رفت ہونے لگتی ہے، کوئی رکاوٹ آجاتی ہے کیونکہ بے گناہ شہریوں کو قتل کرنے والے عام لوگ نہیں بلکہ اس ملک کے مراعات یافتہ اور طاقتور لوگ ہیں۔

بہرحال شہدائے ماڈل ٹاؤن کی 5ویں برسی پر ہم اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ وہ شہداء کے درجات بلند کرے، ورثاء کو انصاف اور تحریک کو حصولِ انصاف کی جدوجہد میں سرخرو کرے۔ 5ویں برسی پر شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء سلیوٹ کے مستحق ہیں کہ وہ حصولِ انصاف کے لیے ڈٹ کر کھڑے ہیں، ان کے پایہ استقلال اور عزم و استقامت میں رتی برابر جنبش نہیں آئی، انہوں نے طاقتور فرعون صفت ملزموں کے خلاف بے دھڑک گواہیاں دی ہیں اور انصاف کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے عزم و ہمت اور استقامت میں اضافہ فرمائے اور روزِ قیامت ان کا شمار سچی گواہی دینے والوں ظلم اور ظالموں کے خلاف ڈٹے رہنے والوں میں ہو۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور پوری تحریک شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لیے ورثاء کے ساتھ کھڑی ہے اور ہمارا شہداء کے خون سے یہ وعدہ ہے کہ کامل انصاف تک جدوجہد جاری رہے گی اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں انصاف کی جدوجہد سے ہٹا سکی اور نہ ہٹا سکے گی۔ جس طرح کارکنان کا جذبہ بے مثل ہے اسی طرح قائد کا عزم بھی بے مثل ہے۔

اپریل 2019ء کا مہینہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد دوسرا دلخراش اور تکلیف دہ ثابت ہوا۔ انسداد دہشت گردی عدالت سرگودھا نے 107 کارکنوں کو 5 سال، 7 سال کی سزا سنا دی۔ یہ کارکنان وہ تھے جنہوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ظلم و بربریت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی، جنہوں نے ظلم کے خلاف احتجاج کیا۔لیکن اب یہ کارکنان جیل میں بند ہیں اور جنہوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں بے گناہوں کا خون بہایا، قتل عام کیا وہ آزادانہ گھوم رہے ہیں۔ قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا ہے کہ حصولِ انصاف کے لیے جو مشکلات سابق دور حکومت میں تھیں وہ آج بھی ہیں۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کیلئے کچھ نہیں بدلا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ظلم کی یہ سیاہ رات ضرور ڈھلے گی اور مظلوموں کو انصاف ملے گا۔ 107 کارکنوں کے انصاف کی جنگ بھی لڑیں گے۔ کارکن بے گناہ ہیں، انہیں بری کروائیں گے۔

مدارس کی رجسٹریشن اور وفاقی وزیر تعلیم کی پریس کانفرنس

گذشتہ ماہ وفاقی وزارت تعلیم کی علمائے کرام اور جملہ مدارس کی تنظیمات کے ذمہ داران سے کامیاب میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ تمام مدارس جن کی تعداد 30 ہزار کے لگ بھگ ہے، ان کی رجسٹریشن کروائی جائے گی، تمام مدارس اپنا الگ اکاؤنٹ کھلوائیں گے اور طے پانے والے کوڈ آف کنڈکٹ کی مکمل پاسداری کریں گے۔ وفاقی وزیر تعلیم نے دعویٰ کیا ہے کہ مدارس اس بات پر رضا مند ہو گئے ہیں کہ وہ رجسٹریشن بھی کروائیں گے اور اپنے ہاں زیر تعلیم طلبہ کو پیشہ وارانہ تعلیم بھی دلوائیں گے۔ رجسٹریشن نہ کروانے والے مدارس کی رجسٹریشن منسوخ کر دی جائے گی۔ فرقہ واریت کے پھیلاؤ، نفرت کے پرچار اور سٹیٹ کے خلاف نعرہ بازی کو کسی صورت برداشت نہیں کیا جائیگا۔ جو مدارس کوڈ آف کنڈکٹ کو فالو کریں گے، وزارت تعلیم انہیں مختلف امور و معاملات میں مدد دے گی۔ غیر ملکی طلبہ کو اپنی پسند کے مدرسہ میں حصولِ تعلیم کی اجازت ہوگی۔ غیر ملکی طلبہ حصول علم کیلئے 9 سال تک پاکستان میں قیام کر سکیں گے اور وزارت تعلیم انہیں ویزے دلوانے میں مدد دے گی۔

مدارس کی رجسٹریشن اور اور دیگر امور و معاملات کے حوالے سے اگر مدارس اور حکومت کے درمیان کوئی معاہدہ یا معاملہ طے پا گیا ہے تو یہ انتہائی خوش آئند بات ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ یہ اتفاق رائے برقرار رہے اور تمام معاملے خوش اسلوبی کے ساتھ حل ہو جائیں۔ ملک بھر میں ہزاروں مدارس قائم ہیں جہاں لاکھوں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ریاست کے پاس ان کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے اور نہ ہی ریاست اس بات سے باخبر ہے کہ ان مدارس میں کہاں کہاں سے طلبہ حصول علم کے لیے آتے ہیں؟ ان کے مالی حسابات اور ذرائع آمدن کیا ہیں اور کس قسم کا نصاب پڑھایا جاتا ہے؟ ان اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ عملی زندگی میں کہاں کام کرتے ہیں اور ان کیلئے روزگار کے کیا مواقع دستیاب ہوتے ہیں؟ ان سارے معاملات اور مسائل کے حوالے سے ریاست لاعلم ہے۔

بدقسمتی سے بعض ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ امن اور انسانیت کے دشمنوں نے بعض مدارس کی آڑ لے کر بے گناہوں کا خون بہایا، ریاستی اداروں پر حملہ آور ہوئے، مساجد، اولیائے اللہ کے مزارات، امام بارگاہوں میں خون کی ہولی کھیلی گئی اور ان کا تعلق دینی مدرسوں سے جوڑا گیا اور پھر پاکستان کے اعلانیہ اور غیر اعلانیہ دشمنوں نے بھی خوب پروپیگنڈا کیا اور ریاستِ پاکستان کو دفاعی انداز اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یہ بھی ایک دلخراش حقیقت ہے کہ گزشتہ دو عشروں میں 70 ہزار سے زائد شہری دہشت گردی کے واقعات کا نشانہ بنے اور کھربوں ڈالر معیشت کو نقصان پہنچا یہاں تک کہ قیامِ امن اور انسدادِ دہشتگردی کیلئے فوج کو متعدد آپریشن کرنے پڑے۔

دیرپا امن کے قیام اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے جنوری 2015ء میں اتفاق رائے کے ساتھ ایک نیشنل ایکشن پلان ترتیب دیا گیا تھا، غیر ملکی فنڈنگ روکنے، مدارس کو قومی دھارے میں لانے اور نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی شق بھی اس نیشنل ایکشن پلان کا حصہ تھی مگر افسوس اس پر عمل درآمد نہ ہوسکا۔ اپریل 2019ء کے آخری ہفتے میں ڈی جی آئی ایس پی آر نے بھی پریس کانفرنس کے دوران اس بات کی ضرورت کا اظہار کیا کہ مدارس کو قومی دھارے میں آنا چاہیے اور یہاں زیر تعلیم طلبہ کو جدید علوم بھی پڑھنے چاہئیں تاکہ وہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دیگر یونیورسٹیز اور تعلیمی اداروں کے طلبہ کی طرح روزگار حاصل کر سکیں اور باوقار زندگی گزار سکیں۔ دینی مدارس بلاشبہ اسلام کی روشنی کو عام کررہے ہیں مگر ایک جامع نظام العمل کے فقدان کے باعث اور معاشی معاملات کے بارے میں ابہام پائے جانے کے سبب بہت ساری انگلیاں اٹھتی رہتی ہیں۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ مدارس اور وفاقی وزارت تعلیم ایک کوڈ آف کنڈکٹ پر متفق ہو گئے ہیں۔ اگر ریاست اور مدارس ایک پیج پر آ کر آگے بڑھے تو یقیناً یہ ملک اور اسلام کی ایک بڑی خدمت ہو گی اور وہ عناصر جو مدارس کی آڑ لے کر نفرت اور فرقہ واریت پھیلاتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی ہو گی اور وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ حکومت اور مدارس کے مابین جو کوڈ آف کنڈکٹ طے پا رہا ہے وہ پایہ تکمیل کو پہنچے۔ (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

کیفیاتِ قلبی اور اثراتِ صحبت

جب دل کی حالت بگڑتی ہے تو نہ کان ہدایت کو سن سکتے ہیں اور نہ آنکھ حق کو دیکھ پاتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. (البقرہ، ۲:۷)

’’اللہ نے (ان کے اپنے اِنتخاب کے نتیجے میں) ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑ گیا) ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے‘‘۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے کفر کا سبب بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ اور سچائی کے ساتھ عناد و تعصب رکھتے ہیں اور اُسے کسی بھی صورت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو اُن کے اس عناد، تعصب، شدت اور تنگ نظری کے باعث اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ ان کے دل کا دروازہ جہاں سے ہدایت اور بھلائی نے داخل ہونا تھا، جہاں سے اُن کو خیر ملنی تھی اور بھلائی کی بات سمجھ میں آنی تھی، وہ دروازہ اب بند ہوگیا اور اس پر مہر لگ گئی ہے۔

اس بات کو اب علی سبیل التنزل بیان کرتا ہوں کہ حق کو قبول نہ کرنے کے باعث کافروں پر تو بڑی پختہ مہر لگ گئی اور آخری حد ہوگئی مگر ہم مسلمان بھی تو اپنے ظاہر و باطن پر ایسے خیالات اور اعمال وارد کرتے ہیں کہ جن کا نتیجہ بالآخر دلوں پر مہر لگنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ گناہ، نفس پرستی، حرص، طلبِ دنیا، عناد، ایک دوسرے کے لیے بغض، غیبت، نافرمانیاں، غفلتیں اور وہ بد اعمال و افعال جو ہم زندگی میں کرتے ہیں، یہ رفتہ رفتہ ہمارے دلوں پر مہر کی کیفیات پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ کسی عملِ بد کے مرتکب ہونے پر سب سے پہلے ہمارے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگتا ہے، پھر ایک پردہ آتا ہے، پھر دوسرا پردہ پڑتا ہے اور پھر مزید پردے پڑتے چلے جاتے ہیں اور بالآخر یہ پردے دل کو ہدایت قبول کرنے سے محروم کر دیتے ہیں۔

دل پر پردے پڑ جانے کے باعث دل ہدایت کو قبول کرنے، حق کو سمجھنے، حق و باطل میں فرق کرنے اور حق کی طرف رغبت کرنے کی خوبیوں اور صلاحیتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ جیسے جیسے دل کی یہ صلاحیت کم ہوتی چلی جاتی ہے، ویسے ویسے اُس پر وعظ و نصیحت بے اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ وہ حق بات کو جاننے، دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود قبول نہیں کرتا۔ ایسے لوگ ظاہری طور پر قوتِ سماعت و بصارت رکھنے کے باوجود اندھے اور بہرے کہلاتے ہیں۔ یہ medical sense میں بہرے اور نابینا نہیں ہوتے، دیکھتے ہیں مگر نہیں دیکھتے، سنتے ہیں مگر نہیں سنتے۔ مراد یہ ہے کہ سننے کا اثر اور دیکھنے کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھیں کہ ہم روزمرہ زندگی میں اکثر ان لوگوں کو جو ہماری بات پر کان نہیں دھرتے، یہ کہتے ہیں کہ ’’کیا تمہیں میری بات سنائی نہیں دیتی‘‘، ’’کیا تم بہرے ہو‘‘، اسی طرح صاف دکھائی دینے کے باوجود کسی چیز بارے لاپرواہی برتنے پر ہم اکثر کہتے ہیں کہ ’’اندھے ہو‘‘؟ ’’دیکھ نہیں رہے‘‘۔

☆ مقام: مرکزی سیکرٹریٹ، تاریخ: 4 مارچ 2017ء

اسی طرح کفار بھی ظاہری اندھے اور بہرے نہیں تھے، حق بات ان کے سامنے عیاں تھی، معجزات کو اپنے سامنے ہوتا دیکھ رہے تھے، مگر سب کچھ دیکھ کر بھی نہیں مانتے تھے۔ گویا ایسا سننا اور دیکھنا جو انسان کو فائدہ دیتا ہے اور انسان کی رائے کو بدل دیتا ہے، وہ اس فائدے اور صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اس صورتِ حال تک پہنچنے کی ابتدا دل کی حالت کے بگڑ جانے سے ہوتی ہے۔ دل کی حالت جب بگڑتی ہے تو نہ کان ہدایت کو سن سکتے ہیں اور نہ آنکھیں حق کو دیکھ سکتی ہیں۔ کانوں اور آنکھوں کی یہ محرومی نتیجہ کے طور پر بعد میں سامنے آتی ہے، بگاڑ کی ابتدا اس سے قبل دل سے ہو چکی ہوتی ہے۔

اللہ رب العزت نے **خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ** کے الفاظ بیان فرماتے ہوئے دل کے لیے مہر کا لفظ استعمال فرمایا۔ مہر ایک سخت چیز ہے، جس شے پر لگ جائے وہ چیز Seal ہو جاتی ہے یعنی اب نہ کوئی چیز اس میں داخل ہو سکتی ہے اور نہ اس سے نکل سکتی ہے۔ دل پر مہر لگنے کا مطلب ہے کہ اب اس دل کے اندر موجود شکوک و شبہات، وہم، گمراہی اور تذبذب کے جراثیم باہر نہیں نکل سکتے، اب وہ اندر ہی رہیں گے اور اسی طرح باہر جو کچھ بھی ہدایت، خیر، وعظ و نصیحت، تربیت کرامات، بزرگی اور اچھے عمل کی صورت میں موجود ہے، اُن کی تاثیر دل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اس طرح کی مہر کافروں کے دلوں پر لگتی ہے۔

وعظ و نصیحت اور برکاتِ صحبت سے محرومی کا سبب

وہ اثرات جو مہر لگ جانے کے سبب کفار کے لیے ظاہر ہوتے ہیں، ہم بغیر کفر کے اُس قسم کے اثرات اپنے دل میں پیدا کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے تو مہر لگنے کو بیان کیا مگر جب مسلمانوں کو اِس قسم کے اثرات سے واسطہ پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دلوں پر پردے پڑ جانے سے تعبیر کیا۔ ارشاد فرمایا:

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً. (الإسراء، ١٧: ٤٦)

''اور ہم ان کے دلوں پر (بھی) پردے ڈال دیتے ہیں''۔

یعنی جب پردے پڑ جائیں تو اس کا نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے کہ اب نہ تو کوئی چیز دل میں داخل ہو سکتی ہے اور نہ کوئی چیز باہر آ سکتی ہے۔ دل جس برے حال کو پہنچ گیا، وہیں کھڑا رہے گا۔ لہٰذا اب جو کچھ مرضی کریں، جس بھی ماحول میں رہیں، جس بڑی سے بڑی نیک صحبت میں رہیں، یہ چیزیں دل پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ جب دلوں پر ہی پردہ پڑ گیا ہے تو اب صحبت کی برکات دل میں کیسے داخل ہوں گی اور حال کو کیسے بدلیں گی؟ گویا ہم نے دل کو صحبت سے ملنے والی برکت، نصیحت سے ملنے والے فیض اور تعلیم و تلقین سے ملنے والی ہدایت سے خود کو محروم کر دیا ہوتا ہے۔ ہم یہ تو کہتے ہیں کہ فلاں کی صحبت میں اتنا عرصہ گزر گیا مگر دل کا حال نہیں بدلا، لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ جب دل پر ہی پردہ پڑ گیا ہے تو حال کہاں سے بدلے؟ اُس دل پر پردہ پڑ جانے کے سبب اس میں کچھ داخل ہی نہیں ہو رہا، کچھ داخل ہو گا تو حال بدلے گا۔

معلوم ہوا کہ اپنے حال کے نہ بدلنے کا سبب ہم خود ہیں۔ ہم اپنے اعمال، کرتوتوں، غلط نیتوں، غلط کاموں، غلط سوچوں، ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد، حلال و حرام کی تفریق ختم کرنے، شبہات میں پڑنے اور وہ جو کچھ ہم زندگی میں کرتے ہیں، ان سب کے ذریعے رفتہ رفتہ اپنے دل پر پردے ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ صحبت، وعظ و نصیحت اور تربیت کی تاثیر نے انسان پر جس جگہ سے اثر انداز ہونا تھا ہم نے اپنی بدبختی سے اپنے لیے خود ہی وہ دروازہ بند کر لیا۔ پس دل جب خراب ہو جاتے ہیں تو اُن پر مہر لگ جاتی ہے یا اُن پر پردے پڑ جاتے ہیں، نتیجتاً صحبت، وعظ و نصیحت، کلمات و کرامات بھی اُن پر اثر نہیں کرتے۔

یہ اسی طرح ہے جیسے بعض لوگ قرآن پڑھ کر بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا. (البقرة، ٢: ٢٦)

''(اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے''۔

قرآن تو سراپا ہدایت ہے اور **هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ** اور **هُدًى**

لِلنَّاسِ کے مصداق نہ صرف متقین کے لیے ہدایت ہے بلکہ ہر ایک کے لیے حق و باطل کو واضح بیان کرنے والا ہے۔ قرآن سے بڑھ کر تو کوئی منبعِ ہدایت نہیں ہے۔ کسی ولی، قطب، غوث کی صحبت قرآن مجید کی قوتِ ہدایت اور تاثیر سے بڑھ کر طاقتور اور بلند نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ ہر ایک کی ہدایت قرآن مجید سے ماخوذ اور قرآن کے فیض کا حصہ ہے۔ قرآن مجید جو سراپا ہدایت اور منبعِ ہدایت ہے، اب اگر وہ خود کہتا ہے کہ مجھے پڑھ کر اور میری بیان کردہ مثالوں کو سن کر کئی لوگ گمراہ ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری قرآن مجید پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ہم خود اس گمراہی کے ذمہ دار ہیں۔ قرآن تو قرآن ہے، ہر ایک پر نازل ہو رہا ہے، ہر ایک کو نصیحت دے رہا ہے اور ہر ایک کو وعظ سنا رہا ہے۔

ہم اپنے اعمال، غلط نیتوں، ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد، حلال و حرام کی تفریق ختم کرنے اور شبہات میں پڑنے کے ذریعے رفتہ رفتہ اپنے دل پر پردے ڈالتے چلے جاتے ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قرآن کو پڑھ کر گمراہ کون ہورہا ہے؟ یاد رکھیں! گمراہ وہ ہو رہے ہیں جن کے دلوں نے ہدایت قبول کرنے کی اپنی صلاحیت ختم کرلی ہے جبکہ ہدایت وہ حاصل کر رہے ہیں جنہوں نے اپنے دلوں کا دروازہ بند نہیں کیا تھا اور اپنے اعمال کے ذریعے اپنے دل کا حال نہیں بگاڑا تھا۔ جو لوگ اپنے دل کا حال بگاڑ لیتے ہیں اُن کا حال گندی زمین کی طرح ہوتا ہے جس میں ہر طرف غلاظت ہے۔ جب بارش برستی ہے تو ہر جگہ کی طرح وہاں بھی برستی ہے مگر اس زمین کی حالت اور کیفیت کی وجہ سے وہاں سے بدبو اور تعفن پیدا ہوتا ہے جبکہ صاف ستھری اور زرخیز زمین پر اسی بارش کے ہونے سے ہریالی آ جاتی ہے۔ بارش تو سراپا زندگی ہے اور زندگی کا فیض دینے والی ہے مگر اس سے فیض وہی لے گا جس کی اپنی زمین ٹھیک ہوگی۔

یہ ایک ایسا تصور ہے جس کو ہم کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ لاتعداد مرتبہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں، کئی نیک اور صالح افراد کی صحبتیں اختیار کرتے ہیں مگر جب اِن کی تاثیرات نہیں ملتیں تو اپنے آپ کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتے، بس یہی چاہتے ہیں کہ جس کی صحبت میں ہیں، وہی سب کچھ کرے۔۔۔ اس کی دعا سے یہ ہو جائے۔۔۔ وظیفہ سے یہ ہو جائے۔۔۔ نسبت اور رفاقت سے یہ ہوجائے۔۔۔ الغرض ہم اپنا حال درست کرنے کے بجائے دوسروں کو ہی اپنی اِس کیفیت کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں کہ کمی اُن میں ہے یا سب کچھ وہی کریں گے۔ اس تصور پر قائم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم طویل مدت سے جس ماحول میں رہ رہے ہیں، وہاں ہماری تربیت صحیح رخ پر نہیں کی گئی۔ ہمیں **conceptual clarity** نہیں دی جاتی۔ اگر محض صحبت، تربیت، تلقین اور وعظ سے ہر ایک کے لیے ہدایت کی صورت میں نتیجہ نکلنا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ برس کی تبلیغ اور صحبت سے کوئی ایک بھی کافر نہ رہتا۔ نہ کوئی ابوجہل بچتا اور نہ ابولہب رہتا بلکہ سب مسلمان ہوجاتے۔ اس ماحول میں معجزات بھی تھے، صحبت بھی تھی، کرامات و بزرگیاں بھی تھیں، حضور ﷺ کا اخلاق و کردار بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آقا علیہ السلام کا وجودِ اقدس بھی تھا، جس سے بڑھ کر تاثیر دینے والا، ہدایت پر لانے والا وجود عالمِ خلق میں کوئی نہیں ہو سکتا مگر وہاں بھی جن کا نصیب تھا وہ مومن ہوئے، صحابی بن گئے اور جن کا نصیب نہیں تھا وہ کافر اور مشرک رہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ (البقرة، ٢: ٦)

”بے شک جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے لیے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے“۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کردیا کہ ساری ذمہ داری ہدایت مہیا کرنے والے، تعلیم و تلقین اور نصیحت کرنے والے اور نبی یا ولی کی صحبت کی نہیں ہوتی، وہ تو

اگر محض صحبت و تربیت اور وعظ و نصیحت سے ہر ایک کے لیے ہدایت کی صورت میں نتیجہ نکلنا ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ کی ۲۳ برس کی تبلیغ اور صحبت سے کوئی ایک بھی کافر نہ رہتا۔

اپنا فیض اسی طرح دے رہے ہیں جیسے بارش حیات دے رہی ہے اور سورج روشنی دے رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی غلاظت کا ڈھیر ہے تو اس بارش سے اس کا اندر ہی ظاہر ہوگا اور اگر کوئی اندھا ہے تو اُس کو روشنی کے باوجود کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اب اس میں بارش اور سورج کی روشنی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ جو خود غلاظت کا ڈھیر اور اندھے ہوں وہ بارش اور سورج کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ دوسری طرف وہ لوگ بھی تو ہیں جو اپنے من میں موجود زرخیزی کی بناء پر اس بارش سے مستفید ہورہے ہیں اور بینائی کے سبب سورج کی روشنی سے منور ہورہے ہیں۔

اسی تصور کو مزید مثالوں سے بھی واضح کرتا ہوں۔ کئی مریض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی حسِ ذائقہ اور حسِ شامہ (سونگھنے کی حِس) ختم ہو جاتی ہے۔ اگر حسِ ذائقہ ختم ہو جائے تو جتنے مرضی ذائقہ دار (tasty) کھانے کھائیں، ذائقہ کی حس سے محروم فرد کو ذائقہ ہی نہیں ملے گا۔ اس لیے کہ وہ ذائقہ کی حِس سے ہی محروم ہے، اسے پتہ ہی نہیں کہ ذائقہ کیا ہے۔ اسی طرح سونگھنے کی حس سے محروم فرد کو جتنی مرضی اچھی خوشبو سونگھنے کے لیے دیں، اُسے وہ محسوس ہی نہیں ہوگی حالانکہ اُس پرفیوم یا گلاب کے پھول کی خوشبو ختم تو نہیں ہوگئی۔

استاد جب کلاس میں پڑھاتا ہے تو اسی استاد سے پڑھنے والے شاگرد نتائج کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ کئی فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں، کئی A+ گریڈ لیتے ہیں، کئی فیل ہوجاتے ہیں، حالانکہ استاد ساروں کو پڑھا یکساں ہی رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاگردوں میں سے جس کی جتنی صلاحیت و ذہانت اور قبول کرنے و سمجھنے کی استعداد ہے، وہ اسی تناسب سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

اسی طرح قلبی و روحانی اعتبار سے بھی ہر چیز اپنی جگہ پر قائم ہے۔ صحبت، وعظ و نصیحت، تلقین، تربیت سب کچھ ہے مگر جس نے وصول کرنا تھا اس نے اپنی بداعمالیوں، بغض، عناد، عداوتوں اور ظاہری و باطنی خرابیوں کی وجہ سے اپنے اندر سیاہیاں پیدا کر کر کے اتنے پردے اپنے قلب اور روحانی صلاحیتوں پر چڑھا لیے ہیں کہ ان کے فوائد اسے حاصل نہیں ہو رہے۔

غفلت اور نافرمانیوں کا آغاز کیسے ہوتا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ، صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

(بخاری، الصحيح، كتاب الإيمان، باب: فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، ۱: ۲۸، رقم: ۵۲)

’’حلال چیزوں کا حکم بالکل واضح ہے اور حرام چیزوں کا حکم بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور متشابہ ہیں جن کی (حلت و حرمت) کو اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص اس قسم کی غیر واضح اشیاء سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو شخص اس قسم کے امور کو اختیار کرنے لگے وہ حرام میں جا پڑے گا جیسا کہ کوئی چرواہا (کسی ممنوعہ) چراگاہ کے آس پاس جانوروں کو چرائے تو ہوسکتا ہے کہ جانور چراگاہ میں جا پہنچیں۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چراگاہ سے مراد اُس کی حرام کردہ اشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا

جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار! وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے‘‘۔

اس حدیث مبارکہ میں مذکور مشتبہات سے مراد وہ حصے ہیں جو بندے کو clear نہیں ہوتے اور اکثر لوگ اُن مشتبہات کی حدود کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے واضح فرمادیا کہ جس شخص نے شکوک و شبہات والی اِن چیزوں سے پرہیز کیا تو اُس نے اپنی عزت اور دین کو بچالیا اور جو ان مشتبہات میں پڑ گیا تو ڈر ہے کہ وہ حرام میں داخل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ یہ اشیاء چونکہ حلال و حرام کے درمیان میں ہوتی ہیں، اس لیے ہوسکتا ہے کہ بے دھیانی میں بندہ حرام کی حدود میں داخل ہوجائے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ نے مکروہ اور مباح کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ

المکروه عقبة بين العبد والحرام. فمن استكثر من المكروه تطرق إلى الحرام.

’’مکروہ؛ بندے اور حرام امور کے درمیان گھاٹی ہے۔ جو کثرت کے ساتھ مکروہ کام کرے گا وہ حرام کی طرف راستہ کھول لے گا‘‘۔

یعنی کثرت سے مکروہات میں پڑنا بندے کو حرام امور کے ارتکاب کی طرف لے جائے گا۔ مثلاً: یہ سمجھ کر کہ یہ حرام تو نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، لہذا کرلینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا لباس، خواہ وہ گفتگو ہو یا لوگوں کے ساتھ معاملات اور تعلقات، جو بھی امور مکروہات میں آتے ہیں، جب آدمی ان مکروہات و ناپسندیدہ میں کثرت سے داخل ہوگا تو اُس کے لیے حرام کا راستہ کھل جائے گا۔

اسی طرح مباح کے متعلق فرمایا:

والمباح عقبة بينه وبين المكروه، فمن استكثر من المباح تطرق الى المكروه.

(عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۱۲۷، عینی، عمدۃ القاری، ۱: ۳۰۱)

’’مباح؛ بندے اور مکروہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے، جو کثرت کے ساتھ مباحات میں پڑے گا اُس کا راستہ مکروہات کی طرف کھل جائے گا‘‘۔

یعنی جو جتنی سہولت کی طرف جائے گا، جتنا غافل ہوگا، دین کے قیام اور دین کی قدروں کو محفوظ کرنے کے لیے سختی نہیں کرے گا، جتنا لچکدار ہوگا، مباحات پر زیادہ گزارا کرے گا اور اس طرزِ عمل پر ہی زندگی کا زیادہ حصہ گزارنے والا ہوگا تو وہ لازماً مکروہات میں داخل ہو جائے گا۔

اسی لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

’’اپنے اور حرام کے درمیان ایک دیوار اور ڈھال کھڑی کردو جو تمہارے دین اور عزت کی حفاظت کرے‘‘۔

اِن تمام چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کا حکم اس لیے دیا جاتا ہے کہ ان سارے امور کا اثر دل پر مترتب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ حدیث مبارکہ میں آقا علیہ السلام نے حلال و حرام، بداعمال، اخلاق سیئہ اور ظاہری و باطنی ساری چیزوں کے مضمون کا بیان دل کے سنورنے اور بگڑنے کی حالت پر ختم کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً. إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

’’آگاہ رہو کہ جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ سنور جائے تو سارا جسم سنور جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ وہ دل ہے‘‘۔

قلب کے معانی

قلب (دل) کے تین معانی ہیں:

۱۔ بعض لوگوں کا دل اس معنیٰ میں قلب ہے کہ اس کی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ یہ دل ایک حال پر قائم نہیں رہتا۔ ایسے دل کو بڑی مضبوطی سے تھامنا پڑتا ہے۔ اس دل کے احوال مسلسل پھرتے رہتے ہیں، کبھی یہ چاہتا ہے اور کبھی نہیں چاہتا۔۔۔ کبھی یہ آگے بڑھتا ہے اور کبھی جھکتا ہے۔۔۔ اسی کیفیت کی وجہ سے اس کا نام قلب ہے کہ اس کے احوال میں مسلسل تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

۲۔ بعض لوگوں کا دل اس معنی میں قلب ہے کہ

لأنه خالص ما في البدن وخالص كل شيء قلبه.

''جسم میں خالص ترین چیز دل ہے اور ہر چیز میں جو خالص ترین چیز ہوتی ہے اُس کو قلب کہتے ہیں''۔

یعنی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ خالص، صاف اور pure کو قلب کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کے دل کو اللہ تعالیٰ اس معنٰی کی بنیاد پر قائم کرتا ہے کہ اُن کا دل بڑا pure ہوتا ہے۔ یہ اتنا خالص و شفاف اور پاک و صاف ہوتا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گرد و غبار اور حرام، تعصب، عناد، بغض، عداوت اور برائی کا کوئی تصور بھی موجود نہیں ہوتا۔ ایسا دل صاف و شفاف سورج کی طرح ہوتا ہے۔

۳۔ بعض لوگوں کا دل اس معنی میں قلب ہوتا ہے کہ

لأنه وضع في الجسد مقلوبا.

''یہ جسم کے اندر الٹا رکھا گیا ہے''۔

(عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۱۲۸، عینی، عمدۃ القاری، ۱: ۲۹۸)

عام طور پر ایسا عضو یا کوئی چیز جس کا ایک حصہ نوک دار ہو تو اس کو رکھتے ہوئے نوک والا حصہ اوپر کی طرف اور پیندے والا حصہ base, foundation نیچے کی طرف ہوتی ہے لیکن اگر دل کی شکل پر غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آم کی شکل کا ہے اور اسے اس طرح جسمِ انسانی میں رکھا گیا ہے کہ اس کا پیندے (foundation) والا حصہ اوپر کی طرف ہے اور نوک دار حصہ نیچے کی طرف ہے، یعنی یہ الٹا رکھا گیا ہے۔

عرفاء اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ یہ الٹی رغبت رکھتا ہے۔ یعنی اس دل کے حامل ہمیشہ الٹا ہی سوچتے ہیں، اسی بناء پر انہیں ہمہ وقت مشکل درپیش رہتی ہے۔ ایسے حاملینِ قلب کو اپنے احوال میں مضبوطی کے لیے نہایت زیادہ محنت درکار ہوتی ہے۔

اِسی تمام تصور سے یہ واضح ہوگیا کہ سارے احوال کا مدار بنیادی طور پر دل پر ہے۔ دل کی اصلاح اگر نہیں کریں گے تو بے شک جتنے مرضی اعمالِ صالحہ اور عبادات کرتے چلے جائیں، قلب و باطن میں تبدیلی رونما نہیں ہوسکتی۔ روزمرہ امور میں ہم بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کی ساری زندگی نعت پڑھنے، تلاوت قرآن کرنے، تقاریر کرنے اور عوام کو وعظ و نصیحت کرنے میں گزر رہی ہوتی ہے لیکن اپنا حال یہ ہوتا ہے کہ قلب و باطن میں قساوت اور تاریکی موجود ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دلوں پر أکنّة اور غشاوة (پردے) ہوتے ہیں، جس بناء پر ان کے اندر تبدیلی نہیں آرہی ہوتی۔

یاد رکھیں! جب دل میں تبدیلی نہ آئے تو باقی زندگی میں بھی تبدیلی نہیں آتی۔ تبدیلی دل سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنے دل کے احوال کو درست کریں، اللہ تعالیٰ، مخلوق اور اپنے نفس کے معاملے میں ہر لحاظ سے اپنے دل کو پاک و صاف کریں، اسی صورت ہمارا قلب و باطن امن و سکون کا گہوارہ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی آماجگاہ بن سکتا ہے۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم اختر عابد منہاجین اور محترم اظہر محمود زاہد منہاجین (راولپنڈی) کی والدہ، محترم بابا بدر زمان (سابقہ ڈرائیور مرکزی سیکرٹریٹ)، محترم سلطان محمود (سابقہ ڈرائیور مرکزی سیکرٹریٹ)، محترم محمد رفیق (حافظ آباد)، محترم عبدالرزاق مصطفوی (حافظ آباد) کی بھتیجی، محترم ملک غلام حیدر (سابق سیکرٹری نشر و اشاعت جھنگ) کے چھوٹے بھائی محترم ملک طارق محمود، محترم محمد اقبال (نائب قاصد منہاج یونیورسٹی) کا سالہ محترم عبدالستار نیازی (باگڑیاں۔ گرین ٹاؤن) قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت وبخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

دنیا دارالامتحان ہے، دارالعدل نہیں

ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ سے بچوں کی نفسیات پر منفی اثر پڑتا ہے

بچوں کی تربیت کے حوالے سے شرعی احکامات اور زمینی حقائق

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: اصلاح کی غرض سے بچوں کی تادیب کا کیا حکم ہے؟

جواب: مار پیٹ اور سزا سے بچوں کو تکلیف اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات والدین اور اساتذہ بچوں کو ان کے ناقابلِ قبول رویوں پر سزا دینا اپنا حق سمجھتے ہیں تاکہ وہ انہیں فوری نظم و ضبط کا پابند بنا سکیں۔ جبکہ ان کے اس رویے سے اصلاح کی نسبت بگاڑ کا احتمال زیادہ ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ بچوں کی اصلاح کے لیے ترغیب و ترہیب دونوں ضروری ہیں، کیونکہ بعض اوقات صرف ترغیب کارگر نہیں ہوتی اور فقط تربیت پر بھی اکتفاء کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے والدین اور اساتذہ کو موقع و محل کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً دونوں پر عمل کرنا چاہیے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر معاملہ میں اعتدال کا سبق دیتا ہے۔ تعلیم کے میدان میں نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ بچوں کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے کی بجائے انہیں پیار، محبت اور حکمت سے سمجھاتے۔ حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: یرحمك الله. لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: کاش یہ مر چکا ہوتا، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔

فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.

”خدا کی قسم! (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ ﷺ نے مجھے نہ جھڑکا، نہ برا بھلا کہا اور نہ مارا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں؛ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے“۔

(مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من إباحتہ، 1: 381، رقم: 537)

معلم میں حلم الطبع اور عفو و درگزر جیسی صفات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر بچوں کی کسی غلطی پر معلم کو غصہ آ جائے تو وہ درگزر کرنے کی بجائے مار پیٹ اور غصے سے طلبہ کو اور بھی متنفر کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ کا صحیح حل ایسی تادیبی کارروائی کرنا ہے، جو تعمیری ہو۔ مثلاً: اگر معلم نے بچے کو ہوم ورک دیا اور اگلے دن کلاس میں بچے نے کہا کہ میں نے واقعی کام کر لیا ہے مگر ہوم ورک کی کاپی گھر بھول آیا ہوں۔ استاد کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو تعمیری سزا کے طور پر استاد اس بچے کی تفریح کے وقت اسے وہی کام دو یا تین مرتبہ لکھنے کو دے۔ اس سے بچے کو پریشانی لاحق ہوگی

کیونکہ تفریح کے وقت کوئی بچہ بھی مقید ہونا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا معلم بچوں کی غلطیوں پر درگزر کرتے ہوئے سزا کی بجائے بقدرِ ضرورت تعمیری و تادیبی کارروائی عمل میں لائے۔ بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ بھی یہی ہونا چاہیے کیونکہ بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور ہر وقت کی مار پیٹ بچوں پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ ان میں خود اعتمادی کا فقدان پیدا ہوتا ہے اور وہ کسی بھی تعمیری کام میں حصہ لینے سے گھبراتے ہیں۔ علاوہ ازیں بچوں کی مثبت صلاحیتیں منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں جس کے نتائج نہ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث بنتے ہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے بھی وبال بن جاتے ہیں۔

سوال: مفتی صاحب! میں سچا مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ پر دل و جان سے یقین رکھتا ہوں۔ ہمارے معاشرے میں کچھ عرصہ سے معصوم بچوں اور بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتیوں اور قتل کی خبریں مسلسل آ رہی ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا کہ اس طرح کی خبر دیکھنے کے بعد میں زور سے رونا شروع ہوگیا اور چلایا کہ: اے اللہ! تُو غفور الرحیم ہے، تُو نے اس معصوم کے ساتھ یہ ظلم کیوں ہونے دیا؟۔ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ مگر یہ وسوسہ ذہن میں آتا ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ بچوں پر ایسا ظلم ہونے دیتا ہے؟ خدا قادر و مالک اور علیم و حکیم ہے تو براہ راست مداخلت کر کے ایسا ظلم کیوں نہیں روکتا؟ (نصرت ملک۔ کینیڈا)

جواب: انسانی تاریخ گواہ ہے کہ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، بھوک، افلاس، قتل و غارت گری، دہشت گردی، اخلاقی دیوالیہ پن، کرپشن، معصوم بچوں اور بچیوں پر ہونے والے مظالم اور دیگر سماجی و اخلاقی برائیاں انسان کی اپنی پیدا کردہ ہیں۔ مگر بعض اوقات شیطان ہمارے ذہنوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے اور مظالم کا شکار افراد دیکھ کر ذہن میں سوال آ جاتا ہے کہ کیوں غفور الرحیم اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ظلم ہونے دیا اور ظالم کو روکا نہیں؟

یہ سوال دراصل اللہ تعالیٰ کے قانون سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو خدا کی مشیت و ارادہ اور خدا کے حکم و رضا میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کائنات کی ہر شے اور تمام انسانی افعال خدا تعالیٰ کی مشیت و ارادے کے تابع ہیں۔ اچھائی ہو یا برائی، خیر ہو یا شر، ہر دو اپنی اثر پزیری کیلئے خدا کے ارادے اور مشیت و اذن کے محتاج ہیں، خود سے مؤثر نہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے رضا امورِ خیر کی انجام دہی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھائی کا حکم دیا ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ چنانچہ اچھائی خدا کی طرف سے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے حکم و رضا کے تحت ہے اور برائی تمہارے نفس کی طرف سے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تمہیں اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا لہذا یہ تمہارے اپنے نفس کی پسند ہے۔

برائی اللہ کے ارادے و مشیت سے اثر پزیر تو ہے مگر اس کے کسب میں اللہ کا حکم اور رضا شامل نہیں۔ اس اصول کو ایک مثال سے سمجھیں۔ ایک سپر سٹور کا تصور کریں جہاں ایک باپ اپنے بچے کے ساتھ کھڑا اپنے بچے کو ہر شے کا فائدہ اور نقصان سمجھا رہا ہے۔ پھر اپنے بچے کو اچھی طرح بتا دیتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کے انتخاب میں، میں راضی ہوں گا اور فلاں فلاں میں، میں ناراض ہوجاؤں گا۔ تم پہلی قسم کی چیز کا انتخاب کرنا اور دوسری سے بچنا۔ پھر وہ بچے کو انتخاب کا حق دے دیتا ہے۔ اب بچہ سپر سٹور میں چاہے جس بھی شے کا انتخاب کرلے، یہ باپ کے ارادے و مشیت سے ہے، اس لیے کہ انتخاب کا یہ اختیار بذاتِ خود باپ ہی نے دیا ہے اور اگر باپ اسے یہ اختیار نہ دے تو بچہ اچھے یا برے میں سے کسی بھی شے کی چاہت نہیں کرسکتا۔ اگر بچہ وہ شے پسند کرے جس کا باپ نے حکم دیا اور جس پر وہ راضی ہے تو اب اس انتخاب میں باپ کے ارادے و مشیت کے علاوہ اس کی رضا و حکم بھی شامل ہوگیا اور اگر ایسی چیز کا انتخاب کیا جس سے باپ نے منع کیا تھا تو اس انتخاب میں اگرچہ باپ کا ارادہ و مشیت تو لامحالہ شامل ہوگی مگر اس کی رضا اور حکم نہیں۔

خدا تعالیٰ نے خیر و شر کی ستیزہ کاری اس دنیا میں انسانوں کو آزمانے کے لیے جاری کر رکھی ہے۔ یہ دنیا ہر لحاظ سے کامل ترین امتحان گاہ ہے۔ اس میں نیک و بد، خیر و شر اور مواحدین و ملحدین کی موجودگی اس کے کامل امتحان گاہ

ہونے کے ثبوت ہیں کہ یہاں ہر طرح کی سوچ، عمل اور رویوں کی آزادی ہے۔ کھل کر کھیلو، کسی رائے، فکر، خیال، اور عمل پر کوئی قدغن نہیں ہے لیکن یاد رہے کل جواب دہی ہو گی۔ گویا اعمال کے نتائج اس دارالامتحان میں سامنے آنا لازم نہیں، نتائج کا جہان دارالعدل ہے۔ اگر دنیا میں ہی ہر نیکی اور ہر بدی کا نتیجہ نکلنے لگے تو یہ دنیا دارالامتحان نہ رہے بلکہ دارالعدل بن جائے، جبکہ خدا تعالیٰ کی سکیم میں دنیا کی تخلیق دارالامتحان کے طور پر کی گئی ہے۔

اب بچوں اور بچیوں پر ہونے والے مظالم کو نہ روکنے کا آپ کا سوال اسی اصول کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ امتحان گاہ کے امتحان گاہ بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہاں خدائی عدل نظر نہ آئے، کیونکہ اگر بے گناہوں پر برے حالات نہ آئیں تو یہ بات دارالامتحان کے امتحان کو ختم کر دیتی ہے، یعنی پھر اصول یہ ہوگا کہ برے حالات صرف بروں پر آئیں گے، برائی نہیں کرو گے تو برے حالات بھی نہیں آئیں گے تو سب کو پتا چل جائے گا کہ خدا ہے اور وہ اچھوں پر برے حالات نہیں آنے دیتا۔ امتحان کا امتحان ہونا باقی ہی اس وقت رہتا ہے کہ جب برے حالات سب پر آئیں۔ اس لیے کہ یہ دنیا دارالعدل نہیں ہے کہ یہاں معصوموں پر مصیبت نہ آئے، صرف بروں پر آئے۔ امتحان گاہ کے وصفِ امتحان گاہ کو قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ یہاں بعض معصوم جانوں پر بھی کبھی کبھار مصیبت آئے۔ بچے پر مصیبت نہ آنا بھی اسی بات کا نشان بن جاتا کہ یہ معصوم ہیں، اس لیے جب گناہگاری کی عمر میں آئیں گے تو تب ہی مصیبت کا شکار ہوں گے۔ یہ اس اسکیم کو ختم کر دیتی ہے جسے ہم امتحان کہہ رہے ہیں۔

رہا یہ پہلو کہ خدا کی رحمت دنیا میں مظلوموں پر ظاہر کیوں نہیں ہوتی؟ تو اس کی ایک وجہ تو یہ ہے اگر ایسا ہونا شروع ہو جائے تو پھر دارالامتحان ناقص ہو جاتا ہے کہ اس میں ظاہر ہونے والی خدا کی مدد انسانی آزادی کو ختم کردے گی اور جبر پیدا ہوجائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس امتحان گاہ کی روحِ امتحان کو قائم رکھنے کے لیے خدا نے مظلوموں کی مدد کا ایک مخفی نظام بنا رکھا ہے۔ لیکن یہ مخفی نظام بھی سو فیصد معاملات کو نتائج تک نہیں پہنچاتا، اس لیے کہ اس کا سو فیصد کام کرنا بھی امتحان کے نظام کو خراب کرے گا۔

وہ مخفی نظام یہ ہے کہ خدا نے تمام انسانوں کو عقل و شعور دیا ہے، ان کے اندر دفاع و کوشش کا داعیہ رکھا ہے، ان کے جتھوں کو قوت عطا کی ہے، ان کے دلوں میں عدل و انصاف کا رعب رکھا ہے، ان میں سیاسی سوجھ بوجھ رکھی ہے، پھر حکمرانی عطا کی ہے کہ انصاف قائم ہو۔ عدل کا داعیہ اتنا قوی رکھا ہے کہ شاید ہی کوئی تہذیب ہو جس نے عدالت یا پنچایت نہ بنائی ہو۔ قوم، قبیلے اور افراد کی ہمدردی دلوں میں رکھی ہے، ایثار اور قربانی کا جذبہ رکھا ہے، حق چھننے پر غم و غصہ دلوں میں پیدا کیا اور انتقام کی آگ کا ایندھن سینوں میں رکھا ہے۔ قوموں اور قبیلوں کا ایک دوسرے پر سزا دینے کو چڑھ دوڑنے کا خوف رکھا ہے۔ معاشرے میں اگر ظالم ہیں تو عدل پسند بھی پیدا کیے ہیں تاکہ لوگ لوگوں پر ظلم کی راہ میں رکاوٹ بنتے اور عدل و انصاف قائم کرتے رہیں۔ اس سب کی نگرانی کے لیے ضمیر کا غیر متبدل نگران مقرر کیا ہے جو آخرت اور دنیا، دونوں کے نتائج سے ڈراتا ہے۔ اس کے علاوہ تکوینی پہلو بھی ہیں، جیسے سورۂ کہف کے واقعۂ خضر میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح فرشتے اس دنیا میں مداخلت کرکے بناؤ بگاڑ کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، اس لیے مظلوموں کی داد رسی کے لیے خدا کا ہاتھ ان کے سروں پر مخفی طور پر سایہ فگن رہتا ہے۔

ایک سبب یہ بھی ہے کہ دنیا کے مصائب و آلام موجبِ جزا ہیں۔ آخرت میں اجر دینے کی غرض سے اس دنیا میں مصیبت لاحق ہونے دی جاتی ہے۔ دارالعدل میں ظالم اپنے ظلم کی اور مظلوم اپنے دکھ کی پوری پوری جزا و سزا پائیں گے۔ گویا ساٹھ ستر سال کی اس مشقت بھری زندگی کے بعد دائمی راحت والے نقشۂ حیات میں مصیبت محنت کے قائم مقام معلوم ہوتی ہے جس کے بعد اس کا ثمرہ مل جاتا ہے۔ وہ معصوم بچہ جو اس مصیبت میں ڈال کر امتحان کا ذریعہ بنایا گیا، اس مشقت اٹھانے کی وجہ سے آخرت میں بڑے انعام کا مستحق ہوگا۔

❁❁❁❁❁

آدابِ حصولِ علم

علم نافع کا حصول ادب کے بغیر ممکن نہیں

طالب علم استاد کے ساتھ اس درسگاہ کا بھی ادب کرے جہاں وہ زیر تعلیم ہے

کتاب کا ادب یہ ہے کہ اسے بغیر وضو ہاتھ نہ لگایا جائے

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

گذشتہ ماہ (30-04-2019) چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز منہاج یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ منعقدہ ایک نشست میں علمی وفکری اور تربیتی خصوصی گفتگو فرمائی۔ اس طویل نشست میں انہوں نے علم وفکر کے میدان میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کی عالمگیر خدمات اور اُن کے ہمہ جہتی اثرات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حصولِ علم کے آداب کو بھی بیان فرمایا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کا وہ حصہ جو حصولِ علم کے آداب سے متعلق ہے، ترتیب وتدوین کے بعد نذرِ قارئین ہے۔ (محمد یوسف منہاجین)

زمانہ جوں جوں قیامت کے قریب ہوتا چلا جارہا ہے ویسے ویسے فتن بھی کثرت سے ظہور پذیر ہورہے ہیں اور فساد بھی بڑھتا چلا جارہا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم کے ادراک، فہم اور شعور کی سطح بھی گرتی چلی جارہی ہے۔ نہ صرف حقیقی صاحبانِ علم بہت قلیل رہ گئے ہیں بلکہ علم کی قدر کرنے اور اسے سمجھنے والوں کی تعداد بھی نہایت کم ہوچکی ہے۔ افسوس! آج ہم ایک ایسے دور میں زندہ رہ رہے ہیں جہاں فساد ہر سمت سے بڑھتا ہوا چلا آرہا ہے۔ علم، اعتقاد، فکر، نظریہ، فلسفہ الغرض ہر طرف سطحیت آچکی ہے۔ ماضی قریب پھر بھی کچھ نہ کچھ بہتر تھا، صاحبانِ علم اور قدر دانِ علم نظر آتے تھے اور اگر اس سے بھی پچھلے دور میں چلے جائیں تو اِس امر میں نہایت حوصلہ افزا کیفیت و ماحول نظر آتا تھا۔ وہ دورعلم والوں، علم کی قدر کرنے والوں، علم سمجھنے والوں اور علم کا ادب کرنے والوں کا ایک سنہرا دور تھا۔

موجودہ دور کے اسی علمی انحطاط ہی کی بناء پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اکثر کہا کرتے ہیں کہ ’’کاش میں بھی اُس دور میں ہوتا جو صاحبانِ علم اور علم کی قدر کرنے والوں کا دور تھا۔ جہاں اولیاء، صلحاء، اتقیاء اور ابرار کی مجالسِ علم و معرفت سجا کرتی تھیں، جن میں وہ دل کی بات، راز کی بات اور یار کی بات کیا کرتے تھے۔ کاش میں بھی اُن مجالس میں بیٹھنے والا اور اُن کو سننے والا ہوتا‘‘۔

آج زمانہ جوں جوں قیامت کی طرف بڑھ رہا ہے، اسی تناسب سے نفسانیت، شہوت، فساد، دنیا داری اور مکروفریب بھی ہمارے معاشرے میں بڑھتا چلا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ علم کے میدان میں بھی مکروفریب اور چکر بازی آگئی ہے اور لوگ Short Cuts کی طرف جانا شروع ہوگئے ہیں۔ آج نہ وہ مجالس رہیں اور نہ ہی وہ مخلص علماء رہے۔ ہر طرف خزاں اور اداسی چھائی ہوئی ہے، دل کی وادیاں ویران ہورہی ہیں، علم میں چاشنی اور ذوق مفقود ہوچکا ہے اور علمی مجالس کہیں بھولے سے بھی دکھائی نہیں دیتیں۔

آج علم کے میدان میں جرأت، استدلال، حجت، قوت، دلیل اور رعب ختم ہوچکا ہے۔ یاد رکھیں! علمی رعب و دبدبہ جلال

سے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسولﷺ کی بارگاہ کی خیرات اور وہاں سے عطا کردہ علم و عرفان سے ملتا ہے۔ اس بارگاہ سے خیرات میسر آجائے تو پھر علم کے سمندر میں غوطہ زنی بندے کو استدلال و استنباط اور حقیقت تک رسائی عطا کرتی ہے۔ جو دامنِ مصطفیﷺ تھام کر علم میں ڈوب جاتا ہے پھر وہ علم اس بندے کو اپنا لیتا ہے اور علم کا لباس اس کی زینت بن جاتا ہے۔

علمِ نافع کا حصول ادب کے بغیر ممکن نہیں

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حقیقی نافع علم صحبتِ صالحہ اور ادب کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ علم اگر کتابوں سے آنا ہوتا تو پھر کتابیں تو بہت ہیں اور آتی رہیں گی مگر کتاب کو تھامنے والا ہر بندہ صاحبِ ادب نہیں ہوتا۔ یاد رکھیں! علم نہیں بلکہ ادب بندے کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ حقیقت تک رسائی حاصل کرسکے۔ دینِ اسلام کی حقیقی فہم اور تعلیماتِ اسلامیہ کی روح سے آگاہی کے کچھ تقاضے ہیں اور ان تقاضوں میں سے سرِفہرست ''ادب'' ہے۔ لہٰذا علم، علماء، کتاب، وقت اور درس گاہ کا ادب کریں اور یہ امر ہمیشہ مستحضر رہے کہ بغیر ادب کے کوئی علم نہیں آتا۔ ذیل میں ادب کی ان ہی جہات اور گوشوں کو بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ علم اور استاذ کا ادب

تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّمْ فِی طَرِیْقِ تَعَلُّمْ امام برہان الدین الزرنوجی کی تصنیف ہے۔ یہ صاحب الھدایہ کے شاگرد ہیں اور ان کا دور چھٹی ہجری کا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے علم، اساتذہ اور کتاب کے ادب کے حوالے سے بہت مفید باتیں درج کی ہیں۔ ذیل میں اُن سے کچھ کا تذکرہ درج کیا جارہا ہے:

امام زرنوجی فرماتے ہیں:

اے طالب علم اگر تم علم سیکھنا چاہتے ہو اور علم کا نور اپنے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہو تو جان لو:

لَا یَنَالُ الْعِلْمَ وَلَا یَنْتَفِعُ اِلَّا بِتَعْظِیْمِ الْعِلْمِ وَاَهْلِهٖ وَتَعْظِیْمِ الْاُسْتَاذِوَتوقِیْرِهٖ.

''علم تعظیم و ادب کے بغیر نہیں آتا۔ تم اس وقت تک علم نہیں سیکھ سکتے اور نہ ہی اس سے نفع حاصل کرسکتے ہو جب تک اُس علم، علم والوں اور استاذ کی تعظیم و توقیر نہ بجا لاؤ''۔

گویا جن کے دلوں میں اللہ نے علم کا چراغ جلایا ہے، اُن کی توقیر کرنا بھی ہم پر واجب ہے۔ اگر علم اور علماء کی تعظیم و توقیر کے بغیر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو جان لو کہ یہ راستہ حصولِ علم کا نہیں ہے، اس راستے کو ترک کرکے تو عالم نہیں بن سکتا، اس لیے کہ علم بغیر ادب کے نہیں آتا۔ پھر فرماتے ہیں:

مَا وَصَلَ مَنْ وَصَلَ اِلَّا بِحُرْمَةٍ. وَمَا سَقَطَ مَنْ سَقَطَ اِلَّا بِتَرْكِ الْحُرْمَةِ.

''جو جہاں تک پہنچا، وہ علم کی حرمت کے سبب اس مقام تک پہنچا اور جو اپنے مقام سے گرا، وہ علم کی تکریم کو ترک کرنے کے باعث گرا ہے''۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دور کے کبار علماء سے پوچھا کہ وہ اس مقام تک کیسے پہنچے؟ تو اُن سب نے فرمایا کہ ہم علم اور علماء کی خدمت کے سبب اس مقام تک پہنچے۔ معلوم ہوا کہ علم خدمت، نسبت و ادب اور علم والوں کی توقیر کے سبب ملتا ہے اور جس نے علم کی تکریم و تعظیم میں تنقیص (کمی) کی، اللہ نے اس کے علم میں تنقیص کردی۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَا عَبْدٌ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا وَاحِدًا.

''جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھادیا، میں اُس کا غلام ہوگیا۔ اب چاہے وہ مجھے بیچے یا اپنے پاس رکھے''۔

ایک علم وہ ہے جو ہمیں کتاب دے رہی ہے اور ایک علم وہ ہے جو ہمیں استاذ دے رہا ہے۔ اس معلم (استاذ) کی توقیر و ادب یہ ہے کہ

اَلَّا یَمْشِیَ اَمَامَهٗ: ''استاذ سے آگے مت چلو''۔

لَا یَجْلِسَ مَکَانَهٗ: ''کبھی استاذ کی مسند پر نہ بیٹھنا''۔

وَلَا یَبْدِیَ الْکَلَامَ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: ''استاذ کے اذن و اجازت کے بغیر کلام میں پہل نہ کرنا''۔

وَلَا یَدُقَّ الْبَابَ حَتّٰی یَخْرُجَ: ''اور استاذ کے آرام کے وقت اُن کے گھر کے دروازے پر دستک بھی نہ دینا بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ تم صبر کرو یہاں تک کہ وہ خود باہر آجائیں''۔

۲۔ ادبِ اساتذہ اور اسلاف کا معمول

امام زرنوجی کے ان الفاظ سے علم اور اساتذہ کا ادب سیکھیں، اس لیے کہ ان ائمہ نے اسی ادب ہی کی بدولت عظمت و مقام کو حاصل کیا ہے۔ اس موقع پر امام زرنوجی اساتذہ کے ادب کے حوالے سے کچھ واقعات بھی درج کرتے ہیں:

۱۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے دور کے بہت بڑے نحوی، صرفی، ادیب، اصولی شیخ الاصمعی کے پاس اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ وہ اُن سے علم اور ادب سیکھے۔ ایک روز اُس نے دیکھا کہ شیخ اصمعی وضو فرمارہے ہیں اور خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا لوٹے سے اُن کے پاؤں پر پانی بہا رہا ہے اور شیخ اصمعی اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں دھو رہے ہیں۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے اور شیخ اصمعی دونوں کو بلا لیا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ شیخ اصمعی گھبرا گئے کہ شاید خلیفہ نے مجھے وضو کرانے کے دوران اپنے بیٹے کے پانی بہانے کے عمل کو برا محسوس کیا ہے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو آپ کے پاس علم کے ساتھ ساتھ ادب سکھانے کے لیے بھیجا تھا مگر دکھائی یہ دیتا ہے کہ آپ اسے صرف علم سکھا رہے ہیں، ادب کی تعلیم نہیں دے رہے۔ شیخ اصمعی نے پوچھا کہ اس نے کیا بے ادبی کردی ہے؟ خلیفہ نے کہا کہ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ جب آپ وضو کررہے تھے تو:

بِاَنْ يَّصُبَّ الْمآءَ بِاِحْدٰی يَدَيْهِ وَيَغْسِلَ بِاُخْرٰی رِجْلَكَ.

’’وہ ایک ہاتھ سے پانی بہاتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں کو خود دھوتا‘‘۔

یعنی ادب یہ نہیں تھا کہ صرف پانی بہاتا اور وضو کرانے میں آپ کی مدد کرتا بلکہ ادب یہ تھا کہ پانی بہانے کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں بھی صاف کرتا۔

۲۔ اساتذہ کرام اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے ادب کے حوالے سے امام زرنوجی فرماتے ہیں کہ ایک روز ائمہ میں سے ایک بہت بڑے امام اپنی مجلس میں اپنے تلامذہ کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ امام دورانِ تدریس بار بار کھڑے ہوتے اور پھر بیٹھ جاتے۔ ان کی اس حرکت پر شاگرد حیران ہوئے کہ کیا ماجرہ ہے؟ پوچھنے پر فرمایا کہ میرے شیخ (استاذ) کا چھوٹا بچہ سامنے کھیل رہا ہے، جب وہ کھیلتے کھیلتے مسجد کے دروازے پر میرے سامنے آتا ہے تو میں شیخ کے ادب میں اس کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے اور جب وہ چلا جاتا ہے تو بیٹھ جاتا ہوں۔

یعنی انہوں نے واضح کردیا کہ میں نے علم تو ادب ہی کے ذریعے حاصل کیا ہے اور اس ادب کا تقاضا ہے کہ شیخ سے نسبت والی چیزوں کا بھی ادب کروں۔ یہ ان ائمہ کے واقعات ہیں جو بحرالعلوم تھے اور جن کے علم کی خیرات سے ہی آج اسلامی تعلیمات ہم تک پہنچ رہی ہیں۔

۳۔ کتاب کا ادب

امام زرنوجی استاذ کے ادب کو بیان کرنے کے بعد ’’کتاب‘‘ کا ادب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

فَيَنْبَغِیْ لِطَالِبِ الْعِلْمِ اَنْ لَا يَاْخُذَ الْكِتَابَ اِلَّا بِطَهارَةٍ.

’’طالب علم کو چاہئے کہ طہارت کے بغیر کسی کتاب کو ہاتھ مت لگائے‘‘۔

یعنی جس کتاب سے تم علم سیکھتے ہو، وہ کتاب یہ حق رکھتی ہے کہ اُس کو چھونے والے طہارت کے ساتھ ہوں۔

۱۔ شمس الائمہ شیخ الحلوانی سے پوچھا گیا کہ آپ کو علم میں اعلیٰ مقام کیسے نصیب ہوا؟ فرمایا:

اِنَّمَا نِلْتُ هٰذَا الْعلم بِتَعْظِيْم.

’’مجھے یہ علم تعظیم ہی کی بدولت حاصل ہوا‘‘۔

پوچھا گیا تعظیم کیا ہے؟ فرمایا:

اِنِّیْ مَا اَخَذْتُ الْكَاغِذَ اِلَّا بِالطَّهَارَةِ.

’’(کتاب تو بڑی دور کی بات) میں نے آج تک کسی کاغذ کو بھی بغیر طہارت کے نہیں پکڑا‘‘۔

۲۔ امام زرنوجی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امام سرخسی کو پیٹ کی تکلیف تھی مگر اس کے باوجود مطالعہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اُس رات انہوں نے اس تکلیف کے باعث 17 دفعہ وضو کیا مگر مطالعہ اور علم کا حصول بغیر طہارت کے جاری رکھنا قبول نہ کیا۔

حصولِ علم و معرفت میں یقینی کامیابی کا راز

۱۔ امام عبدالوہاب الشعرانی ''الانوار القدسیہ فی معرفۃ قواعد الصوفیۃ'' میں نقل کرتے ہیں کہ امام مالک نے امام شافعی سے فرمایا:

یا محمد! اِجْعَلِ الْعِلْمَ کَمِلْحًا وَاَدَبَکَ دَقِیْقًا.

''اے محمد الشافعی! اگر تم کچھ بننا چاہتے ہو تو اپنے علم کو نمک کی مانند کرلو اور ادب کو آٹے کی مانند کرلو''۔

یعنی جتنی مقدار آٹے میں نمک کی ڈالی جاتی ہے، وہ مقدار علم کی ہو اور جتنی مقدار آٹے کی ہوتی ہے، وہ مقدار ادب کی ہو، تب جاکر اُس علم کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور وہ علم فیض رساں بھی ہوتا ہے۔

۲۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن القاسم فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک کے سامنے 20 سال زانوئے تلمذ تہہ کیا، اس عرصہ میں انہوں نے مجھے 18 سال ادب سکھایا اور صرف 2 سال علم سکھایا۔ بعد ازاں میں پچھتانے لگا کہ کاش وہ 2 سال جو میں نے علم سیکھنے میں صرف کیے، وہ سال بھی میں ادب سیکھنے میں صرف کرتا۔

یاد رکھیں! ادب اُسے نصیب ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ رقتِ قلب، ورع اور خشیت عطا فرماتا ہے اور ورع اُسے ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ''جوع'' یعنی بھوکا رہنے کی نعمت عطا کرتا ہے۔ گویا علم اُسے ملے گا جس کا دامن ادب سے معمور ہوگا اور ادب اُسے نصیب ہوگا جو ورع کی نعمت سے مالا مال ہوگا۔

امام شعرانی بیان کرتے ہیں کہ

اگر ہمیں اپنے علم، طریقت، معرفت کی راہ میں کامیابی چاہئے اور جس منزل تک ہم پہنچنا چاہتے ہیں، اُس منزل کا حصول یقینی بنانا چاہتے ہیں تو درج ذیل پانچ چیزوں کو لازمی اختیار کرنا ہوگا:

i۔ ادب ii۔ ورع iii۔ الجوع (بھوک)

iv۔ شب بیداری v۔ قلت الکلام

۳۔ الفتوحات المکیۃ میں ابن العربی فرماتے ہیں:

لَمَّا خَلَقَ النَفْسَ سُئِلَ عَنْهُ مَنْ أَنَا؟

''جب اللہ رب العزت نے نفس کو پیدا کیا تو اُس سے پوچھا کہ میں کون ہوں''؟

نفس نے جواب دیا: مَنْ اَنَا؟ (میں کون ہوں؟)

یعنی اُس کو کچھ خبر نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے خبر دینے کے لیے ایک اہتمام فرمایا:

فَاَسْکَنَهَا فِی بَحْرِالْجُوْعِ اَرْبَعَةَ آلَافِ سَنَةٍ.

''اللہ تعالیٰ نے اُسے چار ہزار سال کے لیے بھوک کے سمندر میں رکھ دیا''۔

چار ہزار سال بعد جب اُسے وہاں سے نکالا تو پھر وہی سوال کیا کہ مَنْ اَنَا؟ (میں کون ہوں؟)

اب اس نے جواب دیا کہ اَنْتَ رَبِّی: تو میرا رب ہے

معلوم ہوا کہ جب تک بھوک، پیاس، صبر، آزمائش کے سمندر میں غوطہ زن نہ ہوا جائے، اس وقت تک خدا کی خبر نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ نفس ہمیں ہر چیز بھلا دیتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف، ۱۲:۵۳)

''بے شک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے''۔

یعنی نفس تو سوء، گناہ، شہوت، دنیا کی طرف ابھارتا ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ. (آل عمران، ۳:۱۴)

''لوگوں کے لیے ان خواہشات کی محبت (خوب) آراستہ کر دی گئی ہے (جن میں) عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان کیے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی (شامل ہیں)، یہ (سب) دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے''۔

ان تمام محبتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تابع رکھنے کے لیے ''جوع'' کے راستے کو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر طالبِ علم بننا ہے تو پھر نہ صرف فقر و فاقہ کو خوش آمدید کہنا ہوگا بلکہ علم و معرفت کی جوع (بھوک) بھی اپنے اندر پیدا کرنا ہوگی۔

۴۔ امام سہل بن عبداللہ تستری کا معمول یہ تھا کہ آپ 15 دن کے بعد ایک کھانا کھاتے۔ رمضان المبارک میں معمول یہ تھا کہ

شوال کے چاند کے نظر آنے تک کچھ نہ کھاتے، صرف صیامِ وصال سے بچنے کے لیے پانی سے افطار کرتے تھے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سے گزر کر یہ ائمہ ہمیں علم و معرفت کی دولت عطا کرگئے۔

۵۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے استاذ تھے۔ ایک دن امام شافعی کو معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل ان کے ہاں تشریف لانے والے ہیں تو انہوں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ میرے استاذ تشریف لارہے ہیں لہذا بہترین کھانا تیار کریں۔ امام شافعی کے تشریف لانے پر امام احمد بن حنبل کی بیٹی نے ایک وسیع و عریض اور بہترین پکوانوں سے سجا دستر خوان بچھوادیا۔

امام شافعی نے اس موقع پر اس قدر کھانا تناول فرمایا کہ امام احمد بن حنبل کا حصہ بھی کھالیا اور وہ ادب کے ساتھ اپنے شیخ کے سامنے بیٹھے رہے۔ امام احمد بن حنبل کی بیٹی نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور بعد ازاں اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ تو اپنے استاذ کے علم، اخلاق اور مقام و مرتبہ کا بڑا بیان کیا کرتے تھے مگر آج تو وہ آپ کا حصہ بھی کھاگئے، کیا اللہ والے ایسے ہوتے ہیں؟

فرمایا: بیٹی! وہ میرے شیخ ہیں، اس حوالے سے میں جرأت نہیں رکھتا کہ ادب کی وجہ سے اُن سے یہ پوچھوں۔ بیٹی خاموش ہوگئی۔

رات کو امام شافعی، امام احمد بن حنبل سے مختلف علمی وفکری موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ بعد ازاں امام شافعی اپنے کمرے میں آرام فرمانے لگے۔ صبح ہوئی تو اٹھے اور وضو کئے بغیر ہی تہجد اور فجر کی نماز ادا کی۔ بیٹی نے جب یہ معاملہ بھی دیکھ لیا تو اپنے والد صاحب سے اس کا بھی تذکرہ کردیا۔ امام احمد بن حنبل نے پھر وہی فرمایا کہ وہ میرے شیخ ہیں، میں ادب کی وجہ سے اُن کے سامنے نہیں بول سکتا، البتہ تجھے اُن سے سوال کرنے کی اجازت لے دیتا ہوں، تم خود اُن سے پوچھ لینا۔

جب امام شافعی کے جانے کا وقت آیا تو اُن کی اجازت سے امام احمد بن حنبل کی بیٹی نے اُن سے سوال کیا کہ رات کو آپ اکیلے ہی چار/ پانچ افراد کا کھانا تناول کرگئے حالانکہ اولیاء تو بھوک کو ترجیح دیتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا: پہلے تو یہ بات راز میں تھی مگر چونکہ تم نے سوال کرلیا ہے، لہذا اس کا جواب دیتا ہوں کہ پچھلے تین دن سے میں کھانے اور پینے کے بغیر سفر کررہا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ احمد بن حنبل کے گھر کے کھانے کے علاوہ پاک و صاف اور حلال کھانا مجھے آگے بھی نہیں ملے گا۔ لہذا پچھلے تین دنوں کی طرح اگلے تین دن بھی بھوک برداشت کرنا پڑے گی، اس لیے میں نے سیر ہوکر کھانا یہیں کھالیا۔

امام احمد بن حنبل کی بیٹی نے دوسرا سوال کیا کہ آپ رات بھر سوئے رہے اور صبح تہجد اور فجر کی نماز بھی بغیر وضو ہی پڑھ لی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا کہ رات کو جو حدیث میں نے احمد بن حنبل کو پڑھائی اور سنائی تھی، وہ سننے کے بعد تمہارے والد تو سونے کے لیے چلے گئے۔ میں آنکھیں بند کرکے صرف لیٹ گیا تھا مگر سویا نہیں تھا بلکہ ساری رات صرف اُس ایک حدیث مبارک سے 80 مسائل کا استنباط و استخراج کیا اور جب نماز کا وقت ہوگیا تو اسی طرح رات کے وضو سے ہی تہجد اور فجر بھی ادا کرلی۔

اس واقعہ سے جہاں دیگر باتیں معلوم ہورہی ہیں وہاں امام احمد بن حنبل کا اپنے شیخ و استاذ کا ادب کرنا بھی واضح ہورہا ہے۔ اسی ادب نے انہیں علمی دنیا کا امام و رہنما بنادیا۔ دیگر ائمہ کرام اور سلف صالحین کے حالاتِ زندگی کا اگر مطالعہ کریں تو ہمیں وہاں پر بھی اسی ''ادب'' کے رنگ جگہ جگہ پر نظر آتے ہیں۔

طلبہ کو نصیحت

عزیز طلبہ! اپنی زندگیوں، اپنے علم، کردار، معاملات، شب و روز کی کیفیات، اساتذہ، کتب اور مکتب، الغرض ہر سطح پر ادب کو مقدم رکھیں۔ بغیر ادب کے علم کچھ نہیں، صرف کتابیں ہیں۔ جس کو ادب و تعظیم مل گیا تو کتابیں خود اس سے ہمکلام ہوجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کتاب کا ادب کرنے والے کا عالم

یہ ہے کہ صاحبِ کتاب اُس قاری کو اپنی بارگاہ میں بٹھا لیتے ہیں۔ آج کے اس دور میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اورتحریک منہاج القرآن کا وجود ایک غنیمت ہے کہ جہاں سے علم و ادب اور معرفت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اس دور میں الحمدللہ تعالیٰ شیخ الاسلام اورتحریک منہاج القرآن اُس علم و فکر کے احیاء کے لیے کاوشیں بروئے کار لارہے ہیں جو ہمارے اسلاف کی میراث تھا۔ یہاں سے ملنے والی تعلیمات اسلام کی حقیقی تعلیمات ہیں۔ لہٰذا اِن کتب میں ڈوب جائیں اور ان سے کسبِ فیض کے لیے ''ادب'' کو ہر سطح پر ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔

یاد رکھیں! جن کے سینوں میں علم، معرفت اور قرآن و حدیث کی نعمتیں ہیں اُن کا ادب بھی ہم پر واجب ہے۔ اس لیے اس درسگاہ، اپنے اساتذہ، اس مادرِعلمی اور اس تحریک سے محبت کریں اور اس محبت کو اپنی فکر میں منتقل کریں۔

عزیز طلبہ! اپنے وقت کو غنیمت جانیں اور وقت کو ضائع نہ کریں۔ اس وقت کا بھی ادب کریں۔ گزرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ یہ وقت آپ کے لیے ایک نعمت ہے۔ اس عمر کو نعمت سمجھ کر گزاریں، جو آج سیکھ لیا وہ کل کام آئے گا۔۔۔ جو وقت آج راتوں میں گریہ و زاری کرتے ہوئے گزارا، یہ کل نجات کا باعث بنے گا۔۔۔ جو جھاگ آج لگ گئی وہ کل کام آنے والی ہے۔۔۔ جو نسبت آج مل گئی، کل بیڑا پار کرنے والی ہے۔۔۔ جو صحبت آج اپنالی، اسی صحبت نے کل کام آنا ہے۔

آج جو نعمت اس تحریک، شیخ الاسلام اور اس مادرِعلمی کی وجہ سے میسر آرہی ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ خدا کے حضور جھکنا اور خدا کا ہونا سیکھیں۔۔۔ طہارت و پاکیزگی اور عبادت و تقویٰ کے ساتھ رہیں۔۔۔ اپنی سوچ، فکر، انداز، کردار میں پاکیزگی پیدا کریں تاکہ طہارت آپ کے چہروں اور کردار میں جھلکتی ہوئی نظر آئے۔

طلبہ کے سیرت و کردار میں درج ذیل چیزیں نمایاں ہونی چاہئیں:

۱۔ گریہ وزاری ۲۔ ادب ۳۔ جوع ۴۔ جستجو

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ. (مریم،۱۹:۱۲)

''اے یحییٰ! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو''۔

یعنی کتاب کو سنجیدگی کے ساتھ ایسے پکڑیں جس طرح کتاب کو پکڑنے کا حق ہے۔ ادب، اطاعت، تعظیم، احترام کے ساتھ اس کتاب کو تھامیں اور پھر اس کتاب کے علم پر عمل کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنے کا حق ادا کریں۔ اسی صورت اس کتاب کا حق ادا ہوگا۔

عزیز طلبہ! آپ اپنے آپ کو اس طرح بنائیں کہ جب آپ یہاں سے جائیں تو لوگ آپ کو دیکھ کر اپنے لیے نمونہ بنائیں کہ اس طالب علم کا پڑھنا، اٹھنا، بیٹھنا، بولنا، معاملہ کرنا، ادب کرنا یہ بتا رہا ہے کہ اسے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صحبت و نسبت حاصل ہے۔ اللہ رب العزت آپ کو اس قابل کرے کہ آپ اس مادرِعلمی کی لاج رکھنے والے بن جائیں۔ آپ نے اس فیض کو آگے امت میں منتقل کرنا ہے۔ جب کسی مسند پر بیٹھیں تو مسند کو آپ پر فخر ہونا چاہئے کہ یہ اُس مسند سے فیض لے کر آئے ہیں جس پر سب مسندوں کو فخر ہے۔۔۔ خطابت، آپ پر فخر کرے کہ یہ اُس کا فیض یافتہ ہے جس پر بڑے بڑے خطباء فخر کرتے ہیں۔۔۔ تدریس کو آپ پر فخر ہو کہ یہ علم کے اس سمندر سے آرہے ہیں جہاں بڑے بڑے علماء و شیوخ بھی زانوئے تلمذ تہہ کرتے نظر آرہے ہیں۔۔۔ کردار بھی آپ پر فخر کرے کہ یہ ایسے صاحبِ کردار کے پاس سے آرہے ہیں جن پر خود کردار بھی فخر کرتا نظر آتا ہے۔

الغرض جملہ اخلاقی و روحانی اقدار آپ اپنے اندر اس طرح پیدا کریں کہ جس طرح ان اقدار کو اپنانے کا حق ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں علمِ نافع عطا فرمائے اور دین و دنیا کی بھلائیوں سے ہمارے دامن کو معمور فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

اصلاحِ احوال اور روحانی امراض کا علاج توبہ......

نظر آنے والے گناہوں کا علاج نظر آنے والی عبادات سے اور نظر نہ آنے والے گناہوں کا علاج نظر نہ آنے والی عبادات سے ممکن ہے

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

توبہ گناہوں پر ندامت کے مخلصانہ اظہار اور گناہوں سے طبعاً نفرت ہو جانے کا نام ہے۔ توبہ بخششِ عام کا وہ دروازہ ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ توبہ کے لغوی معنی اعترافِ گناہ، ندامت، رجوع ،لوٹ آنا، باز آجانا، گناہ سے روگردانی کرتے ہوئے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ توبہ و استغفار کے موضوع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے خطابات پر مشتمل ایک جامع کتاب بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور ہزاروں، لاکھوں افراد اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ کی ایک صفت غفور الرحیم ہے، وہ ذاتِ کبریا صدقِ دل سے معافی مانگنے والوں کو معاف کرتی ہے۔ معافی مانگنا؛ عجز و انکساری کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کو برتر اور معاف کرنے والا تسلیم کرنا ہے۔ یہی تسلیم و رضا بندہ مومن کی شناخت اور کامل ایمان کی نشانی ہے۔

طریقت کی راہ کا پہلا قدم توبہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ندامت ہی توبہ ہے، یعنی گناہ کے بعد پشیمانی میں مبتلا ہونے کا نام توبہ ہے۔ یقیناً جس عمل سے انسان نادم ہو، وہ اس کا ہرگز اعادہ نہیں کرے گا۔ نادم ہونا اور پھر گناہ کی طرف نہ پلٹنا مقبول توبہ ہے۔

ایمانی زندگی میں توبہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر بندوں کو توبہ کی تلقین فرمائی ہے۔ گنہگاروں کو مایوسی سے بچانے کیلئے اللہ نے خود اعلان فرمایا ہے کہ میری رحمت ہر شے پر غالب ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت سے نکالا گیا تو انہوں نے اپنے رب کے سکھائے ہوئے الفاظ میں توبہ کی۔ ارشاد فرمایا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ. (الاعراف، ۷:۲۳)

’’پھر آدمؑ نے اپنے رب سے (عاجزی اور معافی) کے چند کلمات سیکھ لیے، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرما لی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے‘‘۔

یہاں ایک لطیف نکتہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک توبہ کا عمل اتنا مستحسن ہے کہ اللہ نے غلطی کرنے والے آدمؑ کو اس غلطی کے ازالہ کیلئے تائب ہونے کی رغبت دلائی اور پھر الفاظ بھی سکھائے۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر توبہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنی پہچان خوب توبہ قبول کرنے والے کے طور پر کروائی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ. (البقرہ، ۲:۲۲۲)

’’بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے‘‘۔

سورۃ الانفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ

کر لی اور ایمان لے آئے (تو) بے شک آپ کا رب اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اور احکاماتِ ربانی سے توبہ کی افادیت اور ایمانی زندگی میں اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ توبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک عظیم الشان مبارک فعل ہے۔ چنانچہ عرفا نے اپنے اپنے طریق پر توبہ کی مختلف شرائط بیان کی ہیں اور یہ شرائط ایسی ہیں کہ جن پر پورا اترنے کے بعد توبہ انسان کے لیے دنیا و آخرت میں سود مند ہوسکتی ہے۔ حقیقی توبہ کے باعث تائب کی تمام لغزشیں، کوتاہیاں اور تمام گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ مٹ جاتے ہیں جیسے وہ ابھی ماں کے بطن سے نومولود بچے کی طرح معصوم پیدا ہوا ہے۔

عمومی طور پر توبہ کی شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ ندامت و شرمندگی کا اظہار ۲۔ ترکِ گناہ و معصیت

۳۔ توبہ پر پختہ رہنے کا عزم

۴۔ اصلاحِ احوال ۵۔ اللہ سے مضبوط تعلق

۶۔ دین میں اخلاص ۷۔ بری صحبت سے پرہیز

۸۔ گناہ کو معمولی نہ سمجھنا ۹۔ قلبی شہوات سے اجتناب

۱۰۔ اخروی زندگی پر غور وفکر

ان امور پر کاربند رہنے سے توبہ بھی قبول ہوتی ہے اور انسان آئندہ کیلئے گناہوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اب اہم سوال یہ ہے کہ گناہ کیا ہے اور اس کی اقسام کیا ہیں؟ اور ان سے بچاؤ کی کیا مؤثر تدابیر ہوسکتی ہیں؟

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ ایک گناہ وہ ہوتا ہے جو نظر آتا ہے۔

۲۔ ایک گناہ وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔

ان دونوں طرح کے گناہوں کے طریقہ علاج بھی جدا جدا ہیں۔

نظر آنے والے گناہ

نظر آنے والے گناہوں میں وہ تمام گناہ شامل ہیں جسے عامۃ الناس گناہ تصور کرتی ہے۔ اس میں شراب نوشی، قتل، رشوت خوری، زنا، تشدد، حق تلفی، گالم گلوچ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ وہ گناہ ہیں جو جسم سے ظاہر ہوتے ہیں۔

نظر آنے والے گناہوں کا علاج

جو گناہ نظر آتے ہیں، ان کا علاج بھی نظر آنے والی عبادات سے ممکن ہے۔ اگر کوئی انسان اخلاص سے گناہوں سے تائب ہو جائے اور نماز، روزہ، صدقہ، خیرات میں باقاعدگی پیدا کر لے اور ان گناہوں کا اعادہ نہ کرے تو پھر اللہ غفور الرحیم ہے اور معاف کر دینے والا ہے۔

نظر نہ آنے والے گناہ

کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جو ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے اور ہمارے باطن میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ یہ دوسرے لوگوں کی نظر سے اوجھل ہوتے ہیں۔ ان میں دل میں کسی کے لیے بغض و کینہ رکھنا، کسی کو نقصان پہنچانے کیلئے منصوبہ بندی یا سازش کرنا، دنیاوی معاملات میں عدمِ مساوات سے کام لینا، عناد، غرور اور تکبر کو دل میں پالنا، خود کو برتر اور دوسروں کو کم تر جاننا، ریا کاری کرنا، کسی کی بظاہر عزت کرنا مگر دل کا احترام والے جذبات سے محروم ہونا، تابعداری اور وفاداری کا تاثر دینا لیکن عملاً دل اس کی حقیقت سے خالی ہونا۔ یہ وہ سارے عیوب ہیں جو انسان کے اپنے دل میں پرورش پاتے ہیں اور اس کا معاملہ اس کے اپنے دل اور ضمیر سے ہوتا ہے۔

نظر نہ آنے والے گناہوں کا علاج

نظر نہ آنے والے گناہوں کا علاج بھی نظر نہ آنے والی عبادات سے ہی ممکن ہے۔ ایسے گناہوں کا علاج عاجزی و انکساری اختیار کرنا، شب بیداری، قیام اللیل، گریہ و زاری، خدمتِ خلق، حسنِ خلق، ضبطِ نفس سے کام لینا اور خدمتِ خلق کے وہ جملہ امور انجام دینا جنہیں نفس قبول نہیں کرتا مگر پھر بھی رضائے الٰہی کیلئے انہیں انجام دیتے رہنا، مساجد کی صفائی، ناداروں، بیماروں کی تیمارداری ہے۔

یہ وہ سارے امور ہیں جن کا تعلق حسنِ نیت سے ہے۔ جب کوئی روحانی رشتہ قائم کرنے اور باطنی اصلاح کیلئے قرون اولیٰ کے اولیائے اللہ کے در پر حاضر ہوتا اور اپنی نسبت قائم

کرنے کیلئے جاتا تو اللہ کے برگزیدہ ولی ان کے ذمہ انسانی خدمت کے کام لگاتے تھے۔ انہیں مساجد، درگاہ کی صفائی کا کام سونپا جاتا، لنگر خانے کی صفائی، نماز تہجد اور فجر کے اوقات میں نمازیوں کو جگانا، وضو کیلئے پانی کا بندوبست کرنا ،وضو خانے کی صفائی، یہاں تک کہ طہارت خانوں کی صفائی بھی ان کے ذمہ ہوتی تھی۔ کم سونا، کم کھانا، آرام کے کم مواقع ملنااور ہر حال میں صبر اور شکر کی کیفیت اورجذبات کے ساتھ رہنا بھی ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتا تھا۔

اس خدمت کا بنیادی مقصد ''میں'' کو مارنا ہوتا تھا، اپنی ذات کی نفی کرنا اور دوسروں کیلئے خود کو مشقت میں ڈالنا اور اس پر مطمئن ہونا یہ باطنی برائیوں کے خاتمے کے علاج کی ابتداء ہوتی تھی۔ شیخ سے رشتہ استوار کرنے والے جب اس پہلی مشق میں سرخرو ہو جاتے تھے تو تصوف وسلوک کے پہلے سبق کا آغاز ہوتا تھا۔یہی وہ راز ہے کہ راہِ حق کے متلاشیوں کو اولیائے اللہ ،سلف صالحین اور صوفیائے کرام کی خدمت کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ؛ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے مرید تھے اور ان کی خدمت میں سلوک وتصوف کی منازل طے کررہے تھے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ ایک کھلی جگہ بیابان میں سکونت پذیر تھے اور انہیں نماز فجر کیلئے جگانا ان کے وضو کے لیے گرم پانی کا اہتمام کرنااور اپنے شیخ کی خدمت کے دیگر امور انجام بجا لانا حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی یومیہ خدمت میں شامل تھا۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ جب نماز تہجد کیلئے اٹھتے اور رفع حاجت کیلئے جاتے تو کھیت میں جانے سے قبل راستے میں ایک چھوٹا سا کھال آتا تھا اور اس کے اوپر ایک مٹی کی پلی بنی ہوئی تھی۔ رات کو جب پانی کا بہاؤ تیز ہوتا تو مٹی کی وہ پلی بھی بہہ جاتی۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ اپنے شیخ کو بیدار کرنے سے قبل ہر رات ازسرِ نومٹی کی وہ پلی تعمیر کرتے تاکہ شیخ سہولت کیساتھ اسے عبور کرسکیں۔ پھر آکر وہ انہیں جگاتے اور ان کے لیے پانی گرم کرتے اور یہ عمل وہ طویل عرصہ تک انجام دیتے رہے۔ اس خدمت کی انجام دہی کی وجہ سے وہ سوتے نہیں تھے، رات بھر جاگتے رہتے۔ ایک شب ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ بروقت بیدار نہ ہوسکے۔ انہوں نے شیخ کو جگایا اور اس کے بعد اس کھال پر خود اوندھے منہ لیٹ گئے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ گزر سکیں۔ شیخ کامل معمول کے مطابق ان کے جسم پر پاؤں رکھ کر گزر گئے اور جب واپس وہاں سے گزرنے لگے تو ان کے پاؤں کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا تو انہوں نے کمر کو تھوڑا سا دبا دیا۔ خدمت گزار سچے مرید اور خادم کے حلق سے آواز نکل آئی اور آپ مسکرائے اور فرمایا: سلوک کی پہلی منزل جو خدمت سے حاصل ہوتی ہے، وہ آج آپ نے حاصل کرلی۔ شیخ اور مرید ،شاگرد اور استاد ،گرو اور چیلے کے تعلق کو خدمت سے نکھار ملتا ہے۔

یہاں ان تمام کارکنان، رفقاء اور ذمہ داران کیلئے ایک سبق ہے کہ جب وہ منہاج القرآن کی کسی بھی ذمہ داری پر آتے ہیں یا انہیں کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو وہ اس خدمت کو حقیر نہ جانیں۔ شہر اعتکاف میں ہزاروں معتکفین کی خدمت، ان کیلئے سحر و افطار کا بندوبست کرنا، ان کے لیے وضو اور طہارت خانے تیار رکھنا، ان کے آرام اور سکون کیلئے مختلف ڈیوٹیاں سرانجام دینا، یہ خدمتِ خلق، باطن کی تطہیر،تسکین اور شیخ کے دل جیتنے کے افعال ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی عالمی میلاد کانفرنس کیلئے بازاروں میں بینر لگاتا ہے، فلیکس آویزاں کرتا ہے، لوگوں کو شرکت کیلئے آمادہ کرتا ہے ،خدمت کے مختلف منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے لوگوں سے فنڈریزنگ کرتا ہے، آغوش کے بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے مخیّر حضرات سے رابطے کرتا ہے، نوجوان فروغِ امن کیلئے پاکستان کے شہر شہر میں جاتے ہیں ،سفر کی تکالیف برداشت کرتے ہیں، بھوک برداشت کرتے ہیں اور دورانِ سفر انہیں وہ آرام دستیاب نہیں ہوتا جو اپنے گھروں میں انہیں میسر ہوتا ہے اور ان تمام تکالیف کو وہ خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں تو یہ روحانی اطمینان سلوک وتصوف کے سبق کی ابتداء ہے اورشیخ کی توجہ حاصل کرنے کیلئے سیڑھی کا پہلا زینہ ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں ہر نوع کے گناہوں سے محفوظ رکھے، توبہ کرنے والا اور اللہ کی رحمت سے پرامید رہنے والا بنائے۔ ❁❁❁❁❁

فقہ کیا ہے اور فقیہ کون؟

امام غزالیؒ کی تصنیف "احیائے علوم الدین" کی روشنی میں

فقہ؛ سیاسی بصیرت اور فکرِ آخرت کے مجموعے کا نام ہے

منظر الاسلام ازہری

امام غزالی عالم اسلام کی وہ معروف شخصیت ہیں، جن کے ذکر کے بغیر علم و فن کا کوئی بھی شعبہ مکمل نہیں ہوتا ہے۔ درجنوں علوم وفنون میں مہارتِ کاملہ ہونے کی وجہ سے ان کو تاریخ اسلام میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ برصغیر میں عام طور پر انہیں اصلاحِ احوال کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے اور حوالے میں ان کی معروف کتاب ''احیاء علوم الدین'' پیش کی جاتی ہے، مگر احیاء علوم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو جس مقصد سے پڑھا جائے، اس میں اس مقصد سے متعلق پورا مواد ملتا ہے۔

میں نے اس کتاب کے باب اول کے مندرجات کے فقہی پہلو پر توجہ مرکوز کی تو مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ آج کے انتشارزدہ ماحول میں علماء اگر اس کتاب کے فقہی پہلو کو توجہ سے پڑھ لیں اور ٹھنڈے دل سے غور بھی کریں تو یقیناً اس آسیب زدہ ماحول سے نکلنے میں انہیں مدد ملے گی۔

فرضِ عین علم کیا ہے؟

امام غزالی کہتے ہیں کہ جس علم کے ذریعے آخرت کی طرف توجہ کی جاسکتی ہے وہ علم؛ ''علمِ معاملہ'' اور ''علمِ مکاشفہ'' ہے۔ ''علمِ مکاشفہ'' وہ علم ہے جس سے معلومات کا کشف کیا جاسکتا ہے اور ''علمِ معاملہ'' ایسے علوم ہیں جن پر کشف کے ساتھ ساتھ عمل کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ میرے نزدیک ''علمِ معاملہ'' کی جو اہمیت ہے، کسی بھی علم کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے اور اسی کا حصول فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن چیزوں کے عمل کا حکم دیا ہے اس کا تعلق تین چیزوں سے ہے:

۱۔عقیدہ ۲۔فعل یا کسی کام کا کرنا

۳۔ترک یا کسی کام کا چھوڑ دینا

۱۔عقیدہ: جب انسان سنِ بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو جس وقت اور جس گھڑی وہ بالغ ہوتا ہے تو سب سے پہلی چیز جو اس پر اس وقت واجب ہوتی ہے وہ ہے کلمہ طیبہ کی سمجھ اور اس کا اقرار اور یہی اس کے لیے اس وقت فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

۲۔فعل: اس بالغ شخص کو چند لمحوں بعد ظہر کے وقت کا سامنا ہوگا، جیسے ہی ظہر کا وقت آئے گا، اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ظہر کا وقت ، طہارت کا طریقہ اور نماز کی معرفت حاصل کرے۔ تاہم اگر اس وقت ان تمام چیزوں کی ادائیگی میں مصروف ہوگا تو وقت ہی ختم ہوجائے گا اس لیے اس کی ذمہ داری ہے کہ ان چیزوں کو وقت سے پہلے حاصل کرلے۔

۳۔ترک: حالات کے تجدد کے اعتبار سے اس علم یعنی کسی چیز کے چھوڑنے کا علم حاصل کرنا ضروری ہوگا اور یہ چیز لوگوں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ ہوگی۔ مثلاً: ایک گونگے کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں کہ کس بات کی ادائیگی زبان سے حرام ہے، اسی طرح اندھے شخص پر یہ جاننا ضروری نہیں کہ کس چیز کو دیکھنا حرام ہے۔

امام غزالی فرضِ عین علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

العلم بكيفية العمل الواجب، فمن علم العلم الواجب ووقت وجوبه فقد علم العلم الذى هو فرض عين .(احياء علوم الدين).

''واجب پر عمل کی کیفیت کا علم حاصل کرنا فرض ہے، جس نے واجب علم حاصل کرلیا اور اس کے واجب ہونے کی گھڑی کی معرفت حاصل کرلی تو اس نے فرضِ عین علم حاصل کرلیا''۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ امام غزالی کے نزدیک مذکورہ تین علوم جو عمل کی کیفیت سے متعلق ہیں، ان

کا حاصل کرنا فرضِ عین ہے۔

فرضِ کفایہ علم کیا ہے؟

فرضِ عین کی تفصیل کے بعد امام غزالی نے اس علم کا بیان کیا ہے جس کا تعلق فرضِ کفایہ سے ہے اور اس کے تحت، علمِ حساب، طب، کھیتی باڑی، کپڑے کی سلائی اور بنائی وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ علمِ محمود کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے لکھا ہے کہ علمِ محمود کی چار اقسام ہیں:

۱۔اصول ۲۔فروع ۳۔مقدمات ۴۔متممات

اصول کے تحت قرآن، سنت، اجماع اور آثار صحابہ ہیں۔

فروع کے تحت ان چیزوں کا بیان کیا جو ان اصول کی روشنی میں معنی کی گہرائی تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوسکے۔ اس میں مصالحِ دنیا اور مصالحِ آخرت کی معرفت کے علوم شامل ہیں۔

مقدمات ایسے علوم ہیں جو قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ کے اسرار و رموز حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، ان کی مثال لغت اور نحو کا علم ہے۔

متممات ایسے علوم ہیں جن کی حیثیت کسی چیز کو درجہ کمال پر پہنچانے کی ہے۔ اس کے تحت علم قراء ت، تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث ہیں۔

امام غزالی کے مطابق یہ سب گرچہ علمِ محمود کی قسمیں ہیں، تاہم یہ سب فرضِ کفایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علمِ فقہ کا حصول فرضِ کفایہ ہے

ان مقدمات اور ان کے تحت ذکر کیے گئے علوم کا غور سے جائزہ لینے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے درمیان معروف علمِ فقہ کی حیثیت فرضِ کفایہ کی ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کا سیکھنا ہر شخص پر ضروری نہیں، پورا علاقہ اور معاشرے میں ایک یا چند لوگوں کا اس علم کو حاصل کرنا کافی ہوگا۔ اس ضمن میں امام غزالیؒ کی تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لوگ اپنی تخلیق کے مقاصد کو بھول گئے اور نفس پرستی میں مبتلا ہوگئے تو جھگڑا اور فساد بھی ہونے لگا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی ضرورت پیش آئی جو ان معاملات کو رفع دفع کریں اور صلح اور مصالحت کا کام انجام دیں۔ اس کام کے لیے اس شخص کو ایک قانون کی بھی ضرورت پڑے گی، جس کی روشنی میں وہ صلح و مصالحت کا کام انجام دیں گے۔ اسی قانون کی معرفت اور اس کی تشریح فقہا کے ذمہ ہے۔

اس لیے فقیہ ایسے شخص کو کہا جائے گا جس کی نگاہ سیاسی قوانین پر بڑی گہری ہو اور جب لوگ نفس پرستی کا شکار ہوکر آپس میں لڑ پڑیں تو اس کے حل کرنے پر اسے پوری قدرت حاصل ہو۔ غرض کہ ایک فقیہ؛ حاکم کے لیے معلم کی حیثیت رکھتا ہے، وہ حاکمِ وقت کی رہنمائی کرتا ہے، اس کا تعلق دین سے ضرور ہے، مگر یہ تعلق دنیا کے واسطے سے ہے، اس لیے علمِ فقہ کا تعلق دین سے بلا واسطہ نہیں بلکہ دنیا کے واسطے سے ہے۔

اس تفصیل کے بعد فنِ فقہ کی تعریف امام غزالی نے ان الفاظ میں کی ہے:

معرفة طرق السياسة والحراسة.

’’فقہ ایسا علم ہے جس کے ذریعے سیاست اور حفاظت کی معرفت حاصل ہو‘‘۔

غرض کہ فقیہ، اسلام، نماز، زکوۃ اور حلال و حرام کی بھی جب بات کرتا ہے تو ان حالات میں بھی اس کی نگاہ دنیا سے تجاوز کرکے آخرت تک نہیں پہنچتی۔ احوالِ قلب اور اسرارِ باطن سے فقیہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ فقیہ اگر احوالِ آخرت سے متعلق کلام کرتا ہے تو اس کے کلام میں گہرائی نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے علم میں پختگی ہوتی ہے، کیونکہ احوالِ آخرت اس کا میدان ہی نہیں۔ اس کا کام نکاح، طلاق، حدود، ظہار، لعان--- تزئین و آرائش، مصوری، فوٹو گرافی، لاؤڈ اسپیکر--- حلیہ، ظاہری شکل وصورت، لباس، جبہ قبہ، عمامہ و پگڑی، ٹائی--- ٹرین اور ہوائی جہاز پر نماز پڑھنا یا نہیں پڑھنا--- روزہ اور حالتِ روزہ میں انجکشن لگوانا یا نہیں لگوانا--- گروہ بندی، جماعت بندی، حق کا دعویدار بننا--- پیری مریدی جائز ہے یا نہیں--- پیروں کی قدم بوسی جائز ہے یا نہیں--- اپنے ہی پیر کو قطب، غوثِ زمانہ ماننا اور اس کے منوانے پر اصرار کرنا--- دین کے نام پر بڑی بڑی مجلسیں منعقد کرنا کروانا--- اعراس منعقد کرنا اور اس کے جائز و ناجائز ہونے پر کتابچے اور رسائل چھاپنا--- مزارات و قبے بنوانے کے عمل کے جائز و ناجائز ہونے پر بحث کرنا--- سونے و چاندی سے مزارات کے گنبدوں کے نقش و نگار پر بحث و مباحثہ کرنا--- فسخِ نکاح کا حکم دینا--- نمازِ جنازہ میں شریک ہونے اور نہ

ہونے کی طویل بحث کرنا۔۔۔ اور ان تمام مسائل میں اختلاف کی وجہ سے تکفیر و تضلیل کرنا ہے۔

جس شخص کو بھی ان علوم میں مہارت ہوگی اور جو بھی دین کا لباس پہن کر ان معاملات میں اپنی مہارت کا دعویدار ہوگا امام غزالی کی نگاہ میں اسے علم آخرت کی ہوا تک نہیں لگی ہوگی اور ان علوم میں مہارت کے تمام دعویدار علمِ دنیا کے ماہر کہلائیں گے۔ وہ فقیہ بھی ہوں گے، مگر ان کا فقہ دنیا کی ترجمانی کرے گا۔۔۔ وہ مفتی ہوں گے، مگر ان کا فتویٰ دنیا کے مسائل پر مبنی ہوگا۔۔۔ وہ عالم ہونے کے دعویدار بھی ہوں گے، مگر وہ دنیا کے عالم ہوں گے۔

امام غزالی کے نزدیک کون سا علم فرض ہے؟

امام غزالی کے نزدیک علمِ معاملہ کا تعلق دل کے احوال سے ہے، اور اس میں داخل علوم بھی دو طرح کے ہیں:

ایک قسم کا تعلق ایسے علوم سے ہے جس کی معرفت اچھی بات ہے ۔ اس کی مثال: صبر، شکر، خوف، امید، رضا، زہد، تقویٰ، قناعت، سخاوت وغیرہ ہے۔

دوسری قسم میں ایسے علوم ہیں جو قابلِ تحقیر ہیں، اس کی مثال محتاجگی کا ڈر، بغض، حسد، عناد، دشمنی، کینہ، ریاست طلبی، تکبر، غصہ، فخر، اور ریا کاری وغیرہ ہے۔

ان میں سے پہلی قسم یعنی ایسا علم جو قابلِ تعریف ہے، اس کے بارے میں امام غزالی کہتے ہیں کہ وہی منبعِ اطاعت اور قربت ہے اور ان دونوں قسموں کا علم ، اس کے حقائق کی معرفت، اس کے اسباب ، اس سے برآمد ہونے والے نتائج اور اس سے حاصل برائی کا علاج کا جاننا ، درحقیقت علمِ آخرت کی معرفت میں گہرائی پیدا کرنا ہے ۔ علمائے آخرت کے فتوؤں میں جہاں علم کا حاصل کرنا فرضِ عین قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد یہی علمِ آخرت ہے۔ غرض کہ ''علمِ معاملہ'' جس کا تعلق قلب کے احوال کی معرفت سے ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ اس علم کی معرفت سے دوری اختیار کرنا قادرِ مطلق اور بادشاہِ آخرت کی نگاہ میں اپنی بربادی اور ہلاکت کا سامان پیدا کرنا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی ظاہری اعمال کی معرفت سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے دنیوی فقیہ ہلاکت اور تباہی کا فتویٰ صادر کرتا ہے۔

غزالی کا فقیہ کون؟

امام غزالی کی اس تصریح سے واضح ہوگیا کہ علم معاملہ ہی اصل علم ہے کیونکہ اس کا تعلق احوالِ قلب سے ہے اور قلب کی اصلاح کا تعلق آخرت سے ہے ۔ علمِ آخرت کے اوصاف امام غزالی نے جس قدر بیان کیے ہیں اس کا مفاد تقویٰ اور رجوع الی اللہ ہے۔ اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حقیقی فقیہ کون ہے اور اس کے اوصاف کیا ہیں؟ حقیقی فقیہ وہی کہلائے گا جس کا دل فکرِ آخرت کا آئینہ دار ہوگا، جس کا ہر کام رضائے مولا اور جس کی ہر سانس خوفِ الٰہی کا سرچشمہ ہوگی۔ اسی تسلسل میں ایک مقام پر امام غزالی نے حقیقی فقہا کی تعریف کی طرف بڑے واضح الفاظ میں تصریح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ فرقد سنجی نے حضرت حسن بصری ؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب دیا۔ فرقد نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ فقہا آپ سے اس مسئلے میں اختلاف کرتے ہیں۔ حضرت حسن بصری ؒ نے جواب دیا:

ثکلتك امك فريقد، وهل رايت فقيها بعينك؟ انما الفقيه الزاهد فى الدنيا، الراغب فى الآخرة، البصير بدينه، المداوم على عبادة ربه، الورع الكاف نفسه عن اعراض المسلمين، العفيف عن اموالهم، الناصح لجماعتهم.

''فرقد برا ہو تیرا ، کیا تم نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ ایسا شخص ہوتا ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہو، فکرِ آخرت ہی اس کے لیے سب کچھ ہو، اپنی دین داری کا اسے پورا خیال ہو، پابندی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت بجالاتا ہو، مسلمانوں کی عزت کا محافظ ہو، ان کے مال و دولت میں حرص و ہوس سے دور ہو اور امت کی نصیحت میں اپنا وقت صرف کرتا ہو''۔

امام حسن بصری ؒ نے اپنے ان جملوں کے ساتھ گویا امام غزالی کی رائے پر مہر ثبت کردی ہے اور بڑی صراحت کے ساتھ حقیقی فقیہ کا چہرہ بھی دکھا دیا۔

سوال یہ ہے کہ کیا حقیقی فقہ اور حقیقی فقہا کی کوئی مثال بھی مل سکتی ہے یا نہیں؟ امام غزالی نے اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔ انہوں نے اپنی بحث کے دوران حقیقی فقہا کی مثال بھی دی ہے ، جن میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام

احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا نام سرفہرست ہے۔ پھر ان تمام حقیقی فقہا کی زندگی کس طرح فکرِ آخرت کا آئینہ دار تھی، اس تمام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اسی ضمن میں امام غزالی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ چند ایسے الفاظ ہیں جن کا استعمال غلط معنوں میں عام ہوگیا ہے، ان میں سے ایک لفظ ''فقیہ'' بھی ہے۔ امام غزالی کے مطابق جس شخص کو جزئیات پر عبور اور فرعی مسائل از بر ہوں، عہد اوّل میں اس پر فقیہ کا اطلاق نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ فقیہ کا اطلاق اسی شخص پر ہوتا تھا جو احوالِ قلب کا عالم اور فکرِ آخرت کا نمونہ ہو۔

حقیقی فقیہ کے بارے میں میری رائے

قارئین کرام، آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام غزالی نے فقہ اور فقہا کی دو قسمیں کردی ہیں:

۱۔ فقہائے دنیا ۲۔ فقہائے آخرت

ان کی نگاہ میں حقیقی فقیہ وہی ہے جو صرف احوالِ قلب کا عالم اور فکرِ آخرت کا آئینہ دار ہو۔ دوسری طرف فقہائے دنیا کے ضمن میں انہوں نے فقہ کی تعریف میں سیاسی بصیرت کا بھی ذکر کیا ہے۔ راقم الحروف جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام غزالی کی دو الگ الگ تعریفوں کو یکجا کر کے فقہ کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

الفقه معرفة طرق السياسة والحراسة والاطلاع علی احوال القلب، والرغبة فی الآخرة.

''سیاسی بصیرت، احوال قلب پر آگاہی اور آخرت سے لو لگانے کا نام فقہ ہے''۔

غرض کہ میرے نزدیک فقہ؛ سیاسی بصیرت اور فکرِ آخرت کے مجموعے کا نام ہے۔ لہٰذا فقیہ ایسا جامع شخص کہلائے گا جس کو دنیا کے تمام معاملات کا علم ہو۔۔۔ حالاتِ زمانہ سے پوری طرح باخبر ہو۔۔۔ عصری سیاست پر اس کی گہری نگاہ ہو۔۔۔ حاکم وقت کی طرز حکمرانی اور اس نظریہ حکمرانی کی بنیاد کا واقف کار ہو۔۔۔ اور ان تمام اوصاف کے ساتھ ساتھ احوالِ قلب کا عارف اور خوفِ خدا سے اس کا دل لرزہ براندام ہو۔

سیاسی امور میں بصیرت اس لیے ضروری ہوگی کہ حاکمِ وقت کی صحیح رہنمائی کرنا اس کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ اگر سیاسی امور اور حالاتِ زمانہ پر اس کی گہری نگاہ نہیں ہوگی تو وہ کس طرح حاکم کی رہنمائی کرسکے گا۔۔۔؟ دوسری طرف خوفِ خدا بھی اس کے لیے ضروری ہے تاکہ محض دنیا داری اس کا مقصد نہ بن جائے۔

میری تعریف کی بنیاد پر ایک فقیہ کے لیے جس طرح خدا ترس ہونا ضروری ہے اسی طرح سیاسی بصیرت اور دنیوی احکام میں مہارت بھی ضروری ہے۔ یہ دونوں خوبیاں جس عالم کے اندر پائی جائیں گی، وہی راقم کی نگاہ میں فقیہ ہوگا اور اسی پر عالم ربانی اور مفتی کی تعریف بھی صادق آئے گی۔

خود امام غزالی نے مثال میں جن حقیقی فقہا کو پیش کیا ہے ان کی زندگی بھی ان دونوں طریقوں کی معرفت کا نمونہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہی لے لیجیے جس طرح شب بیداری، عبادتِ الٰہی، گریہ وزاری، اور خشیت الٰہی ان کی پہچان تھی۔ اسی طرح سیاسی مسائل پر گہری نظر اور حالاتِ زمانہ سے آشنائی میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نبوی شہر میں زندگی بسر کرنا وقف کردیا تھا اور عشق رسول ﷺ میں اس درجہ وارفتہ ہوئے کہ اہلِ مدینہ کے عمل کو اپنے فقہی اصول میں شامل کرلیا۔ دوسری طرف معروف عباسی خلیفہ ان سے علمی استفادہ کرتا تھا اور امام مالک اس کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ بھی خشیتِ الٰہی، تقویٰ اور فکرِ آخرت کے ساتھ ساتھ زبردست سیاسی بصیرت اور حالات زمانہ سے پوری طرح باخبر تھے۔

خود امام غزالی کا بھی اپنا یہی حال تھا کہ زہدو تقویٰ، احوالِ قلب اور فکرِ آخرت اس قدر ان کی شخصیت میں رچی بسی تھی کہ احیاء علوم الدین جیسی انسائیکلوپیڈیا تیار کردیا اور دوسری طرف سیاسی بالغ نظری کا یہ حال تھا کہ عباسی خلیفہ کی مسندنشینی کی تقریب میں شرکت کی اور ملکی حالات اور سیاسی امور پر جامع نصیحت کی بلکہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب ''فضائح الباطنیۃ'' بھی ترتیب دی، جس میں عباسی خلیفہ مستظہر باللہ کو نصیحت کی۔ غرض کہ حقیقی فقیہ کے لیے سیاسی بصیرت میں مہارت کے ساتھ ساتھ خشیتِ الٰہی سے بھی متصف ہونا ضروری ہے۔

امام غزالی کی احیاء علوم الدین کا بابِ علم اہلِ علم اور بالخصوص برصغیر کے مدارس کے فضلا کے لیے ایک سبق ہے۔ دینی علوم کے نمائندوں سے گذارش ہے کہ احیاء علوم الدین کے پہلے باب کا بغور مطالعہ کریں اور بارگاہ ایزدی میں اخلاص کے

سانحہ ماڈل ٹاؤن؛ قانونی جدوجہد، ایک جائزہ

ظلم و بربریت اور ریاستی دہشت گردی کے 5 سال

اس سانحہ میں ملوث افسران واہلکاران کو پُر کشش عہدوں اور مراعات سے نوازا گیا

نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ / ترجمان سانحہ ماڈل ٹاؤن لیگل ٹیم

سانحہ ماڈل ٹاؤن نواز، شہباز حکومت کی منصوبہ بندی کا شاخسانہ ہے۔ اس کا مقصد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو حکومت کے ماورائے آئین وقانون طرزِ حکمرانی کے خلاف جدوجہد کو روکنا تھا۔ بیریرز کو ہٹانا مقصد نہیں تھا کیونکہ بیریرز تو 2010ء میں لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر پولیس نے خود اس وقت کے SP ماڈل ٹاؤن ایاز سلیم کی نگرانی میں لگوائے تھے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن محض ایک حادثہ نہیں تھا بلکہ سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ یہ ایک منفرد کیس ہے جس کی پاکستان کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، اس لیے کہ اس میں اس وقت کے وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، وزیر قانون پنجاب، پولیس کے اعلیٰ افسران اور بیوروکریٹس ملوث ہیں۔

اگر یہ محض ایک حادثہ ہوتا تو سانحہ کے فوری بعد قتل وغارت گری میں ملوث پولیس افسران واہلکاران کے خلاف سخت کارروائی عمل میں آتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ سانحہ میں ملوث پولیس افسران واہلکاران کو بعد ازاں پُرکشش عہدوں پر تعینات کیا گیا اور مراعات وترقیاں دی گئیں۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا ایک بھیانک کھیل ہے جس میں نواز ،شہباز حکومت نے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت پاکستان عوامی تحریک اور ادارہ منہاج القرآن کے معصوم اور نہتے بے گناہ کارکنوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ اس دہشت گردی پر مبنی خونی مناظر موقع پر موجود لوگوں کے علاوہ پوری دنیا نے میڈیا چینلز کے ذریعہ براہ راست دیکھے۔ جس میں دو خواتین سمیت 14 افراد شہید کیے گئے اور 100 سے زائد افراد کو سیدھی گولیاں ماری گئیں، جن میں سے کچھ افراد اپاہج ہو چکے ہیں۔

☆ ظلم و بربریت اور ریاستی دہشت گردی کی ایک نئی تاریخ رقم کی گئی۔ بجائے اس کے کہ حکومت اعترافِ گناہ کے ساتھ مظلوموں کی اشک شوئی کے اقدامات کرتی، الٹا سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین پر ہی ایک جھوٹی FIR 510/14 درج کردی گئی اور زخمی کارکنان اور مقتولین کے لواحقین کو گرفتار کر کے دنیا کی تاریخ میں ظلم و ناانصافی کی نئی مثال قائم کردی۔ مقدمہ نمبر 510/14 میں جوائنٹ انوسٹی گیشن تشکیل پائی جس میں دو ایجنسیوں MI,ISI کی نمائندگی بھی شامل تھی۔ ان دونوں ایجنسیوں (ISI,MI) نے اپنے اختلافی نوٹ میں تحریر کیا کہ اس FIR کو Quash ہونا چاہیے۔

اس اختلافی نوٹ میں FIR کو Quash کرنے کی وجوہات بھی تحریر کی گئیں لیکن اس کے باوجود جنوری 2015ء میں اس جھوٹے مقدمہ کا چالان انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور میں پیش کیا گیا۔ حالانکہ اختلافی نوٹ کی موجودگی میں اس مقدمہ کا چالان انسداددہشت گردی کورٹ میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح اس مقدمہ میں جنوری 2015ء سے لے کر اب تک پاکستان عوامی تحریک کے بے گناہ افراد

تقریباً 350 پیشیاں بھگت چکے ہیں۔

☆ اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے اُسی دن پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کی انکوائری کے لئے جوڈیشل کمیشن بنا رہا ہوں۔ اس المناک واقعہ کی تحقیقات کی شکل میں جو بھی ذمہ دار ٹھہرائے گئے ان کو قانون کے مطابق کڑی سزا دی جائے گی۔ اگر مجھے اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے تو ایک سیکنڈ سے پہلے عوام کی عدالت میں حاضر ہوں گا اور جو بھی اس تحقیقاتی رپورٹ میں مجھے تجویز کیا گیا، میں اسے من وعن قبول کروں گا۔

☆ وزیراعلیٰ نے ایک خط کے ذریعہ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کو کمیشن قائم کرنے کی درخواست کی جس پر چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے مسٹر جسٹس علی باقر نجفی جج لاہور ہائی کورٹ پر مشتمل یک رکنی انکوائری ٹریبونل قائم کیا۔ جسٹس علی باقر نجفی نے تحقیقات کے دوران انکوائری ٹریبونل آرڈیننس 1969 کے سیکشن 11 کے تحت گورنمنٹ آف پنجاب سے بذریعہ لیٹر TOI/9 مورخہ 20-06-2014 کو Additional Power مانگی لیکن گورنمنٹ آف پنجاب نے بذریعہ لیٹر نمبر Jud 11-III 9-53/2014 مورخہ 27-06-2014 یک رکنی انکوائری ٹریبونل کو ایڈیشنل اختیارات دینے سے انکار کر دیا۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے فوری بعد سانحہ کے متاثرین اندراج مقدمہ کے لئے تھانہ فیصل ٹاؤن میں گئے لیکن FIR کا اندراج نہ ہو سکا۔ ایڈیشنل سیشن جج / جسٹس آف پیس کے حکم کے باوجود بھی FIR کا اندراج نہ ہوا کیونکہ اس سانحہ میں اُس وقت کی حکومت اور بااثر اعلیٰ پولیس افسران شامل تھے۔ حکومتی وزراء (پرویز رشید، عابد شیر علی، خواجہ سعد رفیق) نے سیشن کورٹ کے اس حکم کے خلاف لاہور ہائی کورٹ لاہور میں رٹ پٹیشن دائر کی جو لاہور ہائی کورٹ نے مورخہ 26 اگست 2014ء کو خارج کر دی۔ حکومتی وزراء کی رٹ کے اخراج کے باوجود پولیس نے FIR درج نہ کی کیونکہ اس سانحہ میں اُس وقت کے وزیر اعظم، وزیراعلیٰ پنجاب، وزیر قانون پنجاب، وزراء اور اعلیٰ پولیس افسران شامل تھے۔

☆ دھرنا کے دوران چیف آف آرمی سٹاف کی مداخلت سے مورخہ 28 اگست 2014ء کو FIR 696/14 درج ہوئی۔ دھرنا کے دوران مذاکرات میں یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ JIT غیر جانبدار اور مدعی فریق کے اتفاق رائے سے بنائی جائے گی مگر حکومت نے وعدہ سے انحراف کرتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے من پسند اور زیر اثر افسران پر مشتمل JIT تشکیل دی۔ JIT کا سربراہ عبدالرزاق چیمہ پہلے لاہور اور گوجرنوالہ میں انہی ملزمان کے ماتحت اپنے فرائض سرانجام دے چکا ہے۔ لہذا اُس کی سربراہی کا اعلان ہوتے ہی پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے اِس پر باضابطہ احتجاج ریکارڈ کرایا گیا اور حکومت کو غیر جانبدار JIT تشکیل دینے کا وعدہ یاد کرایا گیا مگر حکومت اپنی مرضی کی تفتیشی رپورٹ حاصل کرنے کے لیے اِس JIT کو تبدیل کرنے پر رضامند نہ ہوئی۔ جس پر انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کو بذریعہ تحریری لیٹرز غیر جانبدار JIT بنانے کے لئے بارہا درخواستیں ارسال کی گئیں لیکن ان درخواستوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور اس JIT سے اپنی مرضی کے مطابق یک طرفہ غیر منصفانہ اور بے بنیاد رپورٹ تیار کروائی گئی۔

مشتاق احمد سکھیرا آئی جی پنجاب جو ہمارا ملزم بھی ہے، اس نے اس مقدمہ کی تفتیش کے لیے JIT تشکیل دی اور اس مقدمہ میں سابق وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف، سابق وفاقی وصوبائی وزراء اور وہ پولیس افسران جو بطور ملزمان نامزد تھے، بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان نامزد ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

☆ اس JIT نے عدالت میں صرف 2 پولیس اہلکاران کا چالان اور 4 پولیس اہلکاران کا اس مقدمہ میں اشتہاری ہونے کی وجہ سے چالان پیش کیا۔ اس طرح اس کیس میں صرف 6 پولیس اہلکاران کا عدالت میں چالان پیش کیا گیا۔ چالان دسمبر 2015ء میں انسداد دہشت گردی کورٹ میں پیش ہوا تو تمام پولیس افیسرز اور گورنمنٹ کے بااثر افراد کو اس کیس سے نکال دیا گیا اور پاکستان عوامی تحریک کے 42 کارکن جو

مقدمہ نمبر 510/14 (پولیس مدعی) میں بحیثیت ملزم پیش ہو رہے تھے، ان 42 کارکنان کو بھی اپنا مقدمہ 696/14 میں بھی ملزم قرار دے دیا گیا۔ ان 42 کارکنان کے خلاف انسداددہشت گردی کورٹ میں چالان پیش کیا گیا تو اپنے ہی مقدمہ میں ادارہ منہاج القرآن اور PAT کے کارکنان کی ضمانتیں کروائی گئیں۔

عوامی تحریک کے کارکنان کا ناحق چالان کرنے سے اس وقت کے حکمرانوں کی مکمل بددیانتی سامنے آگئی تو استغاثہ دائر کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ مورخہ 15 مارچ 2016ء کو انسداددہشت گردی کورٹ میں استغاثہ دائر کردیا گیا۔ اس استغاثہ میں 56 زخمی وچشم دید گواہان کے بیانات مورخہ 20 دسمبر 2016ء کو مکمل ہوئے۔

☆ مورخہ 7 فروری 2017ء کو انسداددہشت گردی عدالت لاہور نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں 124 ملزمان کو طلب کرلیا، جس میں اس سانحہ میں ملوث کانسٹیبل سے لے کر آئی جی تک شامل ہیں، ان کے ساتھ ساتھ دیگر افراد جس میں DCO کیپٹن (ر) عثمان، TMO نشتر ٹاؤن علی عباس، AC ماڈل ٹاؤن طارق منظور چانڈیو بھی شامل ہیں، ان کو بھی طلب کیا گیا لیکن جن افراد کے حکم سے یہ ریاستی دہشت گردی ہوئی، ان کو انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور نے طلب نہ کیا۔ گورنمنٹ اور بیورو کریسی کے اُن 12 افراد کو طلب نہ کرنے پر لاہور ہائی کورٹ لاہور میں Criminal Revision دائر کی گئی جو کہ لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے مورخہ 26 ستمبر 2018ء کو خارج کردی۔ ہم لاہور ہائی کورٹ کے اس آرڈر کے خلاف سپریم کورٹ گئے ہوئے ہیں اور سپریم کورٹ میں گورنمنٹ اور بیوروکریسی کے خلاف کیس زیر سماعت ہے، جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

☆ مشتاق احمد سکھیرا سابق آئی جی پنجاب کو انسداددہشت گردی کورٹ لاہور نے استغاثہ کیس میں طلب کیا تو آئی جی مشتاق احمد سکھیرا نے بھی اپنی طلبی کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کردیا۔ مورخہ 26 ستمبر 2018ء کو آئی جی مشتاق احمد سکھیرا کی Criminal Revision بھی لاہور ہائی کورٹ نے خارج کردی تو آئی جی مشتاق احمد سکھیرا Criminal Revision خارج ہونے کے بعد انسداددہشت گردی کورٹ لاہور میں پیش ہوگیا اور اس طرح استغاثہ کا ٹرائل DE NOVO ہوگیا اور اس طرح استغاثہ کیس میں آئی جی مشتاق احمد سکھیرا اور تمام ملزمان پر مورخہ 15 اکتوبر 2018ء کو دوبارہ فرد جرم عائد ہوئی۔

اس سے پہلے استغاثہ کیس میں جتنی بھی کاروائی ہوئی تھی وہ تمام کاروائی ملزم آئی جی مشتاق احمد سکھیرا کے انسداد دہشت گردی کورٹ میں پیش ہونے کی وجہ سے دوبارہ ہونی ہے اور اس طرح استغاثہ کیس میں اب دوبارہ مستغیث اور دیگر گواہان کے بیانات ہوں گے۔

☆ جسٹس علی باقر نجفی کمیشن نے اپنی تحقیقات مکمل کر کے جو تحقیقاتی رپورٹ حکومت کو ارسال کی تھی اور جس میں حکومت پنجاب اور پنجاب پولیس کو اس قتل وغارت گری کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا، اس رپورٹ کے حصول کے لئے سانحہ ماڈل ٹاؤن متاثرین کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کی گئی۔ جس کی جسٹس مظاہر علی اکبر نقوی جج لاہور ہائی کورٹ نے سماعت کی اور سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف پنجاب کو حکم دیا کہ فوری طور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو رپورٹ مہیا کی جائے لیکن لاہور ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود گورنمنٹ آف پنجاب نے شہداء کے متاثرین کو رپورٹ فراہم نہ کی بلکہ اس آرڈر کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں انٹرا کورٹ اپیل دائر کردی جس کی لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ جسٹس عابد عزیز شیخ، جسٹس شہباز رضوی اور جسٹس قاضی محمد امین نے سماعت کی اور گورنمنٹ کی اپیل مورخہ 24 نومبر 2017ء کو خارج کر دی۔

انٹرا کورٹ اپیل کے خارج ہونے کے بعد گورنمنٹ نے مجبور ہو کر اس رپورٹ کو پبلک کردیا اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو بھی رپورٹ فراہم کردی جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں تمام قتل وغارت گری کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا ہوا ہے۔

اس رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات جس میں ملزمان

کے بیان حلفی، ٹیلی فون ڈیٹا ریکارڈ، حساس اداروں کی رپورٹس شامل ہیں۔ یہ تمام دستاویزات جو جسٹس علی باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ تھیں، افسوس کہ وہ سانحہ کے متاثرین کو آج تک فراہم نہ کی گئیں۔ ان تمام منسلکہ دستاویزات کے حصول کے لئے لاہور ہائی کورٹ لاہور میں رٹ دائر کی ہوئی ہے جو کہ ابھی تک زیر سماعت ہے۔

☆ رانا ثناء اللہ نے اس انکوائری ٹریبونل کے سامنے تسلیم کیا ہے کہ ڈاکٹر محمد طاہرا لقادری کی آمد کے سلسلہ میں سب کمیٹی بن چکی تھی اور اس ضمن میں کمیٹی روزانہ کی بنیاد پر میٹنگز کر رہی تھی، سوچ و بچار کر رہی تھی اور سپیشل برانچ کی رپورٹ اس میں ڈسکس ہو رہی تھی۔

☆ اس ضمن میں Execution کیلئے اور اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے IG پنجاب خان بیگ سے بات کی تو اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں مورخہ 14 جون 2014ء کو IG خان بیگ کو OSD بنا دیا گیا۔ مورخہ 14 جون 2014ء کو ہی مشتاق احمد سکھیرا کا نام بطور IG فائنل ہوا اور اس کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا۔

اسی طرح اُسی دن مورخہ 14 جون 2014 کو DCO احمد جاوید قاضی کو بھی تبدیل کر دیا گیا کیونکہ انہوں نے بھی قتل عام کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ان کی جگہ نیا DCO کیپٹن (ر) عثمان کو لگا دیا گیا اور وہ آپریشن میں بھی خود شریک تھا۔ DCO اور IG کو تبدیل کرنے اور نئے IG اور DCO کو ایک ہی دن میں لگانا 17 جون 2014ء کا وقوعہ کروانے کی منصوبہ بندی کو ثابت کرتا ہے۔

☆ مورخہ 16 جون 2014ء کو رانا ثناء اللہ نے سول سیکرٹریٹ میں میٹنگ کی اور اس میٹنگ میں سپیشل برانچ کے نمائندہ نے رپورٹ پیش کی کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری 23 جون 2014ء کو پاکستان آ رہے ہیں اور حکومت کے خلاف تحریک چلانے جا رہے ہیں اور PAT ورکرز گرمجوشی سے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی آمد کے سلسلہ میں استقبال اور حکومت کے خلاف تحریک چلانے کیلئے زبردست تیاریوں میں مصروف ہیں تو رانا ثناء اللہ نے اس میٹنگ میں کہا کہ ہم کسی بھی صورت ڈاکٹر طاہرالقادری کو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ خواہ اس کیلئے کوئی بھی قدم اٹھانا پڑا تو ہم گریز نہیں کریں گے۔

شہباز حکومت نے آئی جی پنجاب کو تبدیل کر کے پولیس کو کور کیا پھر کیس کو کنٹرول کرنے کے لیے پراسیکیوشن کو بھی کور کیا اور مورخہ 17 جون 2014ء کو وقوعہ کے دن ہی سید احتشام قادر شاہ کی بطور پراسیکیوٹر جنرل خصوصی تقرری کی گئی۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن استغاثہ کیس میں موقع پر موجود پولیس افسران، اہلکاران جنہوں نے قتل وغارت گری کی تھی، ان کو انسداد دہشت گردی کورٹ نے طلب کیا تھا، ان کے ٹرائل کا بھی آغاز ہو چکا ہے لیکن جن کے حکم اور جن کی ایماء پر اور جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے اور اصل حقائق کو منظر عام پر لانے اور اصل ملزموں تک پہنچنے کیلئے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنو انوسٹی گیشن ضروری تھی کیونکہ اس سے پہلے والی JIT نے انوسٹی گیشن حقائق کے برعکس، جانبدار اوریکطرفہ کی تا کہ اصل ملزمان کو بچایا جا سکے۔

علاوہ ازیں وہ تمام ریکارڈ جو گورنمنٹ کے اداروں اور ان با اثر ملزمان کے زیر قبضہ تھا اور جس تک مدعی پارٹی کی رسائی ہرگز ممکن نہیں تھی، اس ریکارڈ سے مقدمہ کی تفتیش کو تقویت ملتی ہے، اس ریکارڈ کو بھی پہلی والی JIT نے تفتیش کا حصہ نہیں بنایا تھا۔ ہمارے پاس جو ثبوت اور شہادتیں میسر تھیں وہ انسداد دہشت گردی کورٹ میں دے دی تھیں لیکن کچھ ایسی شہادتیں اور ثبوت ہیں جن تک ہماری رسائی ناممکن ہے اور جو جے آئی ٹی یا عدالت کے ذریعہ سے ہی سامنے آ سکتی ہیں۔

☆ اس مقصد کے لیے تنزیلہ امجد شہید کی بیٹی بسمہ امجد نے چیف جسٹس آف پاکستان میاں ثاقب نثار کو اپنی والدہ، پھوپھو اور دیگر شہداء کے انصاف کے لئے اور نئی JIT کی تشکیل کے لئے درخواست دی۔ مورخہ 6 اکتوبر 2018ء کو چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں دو رکنی بنچ نے اس درخواست پر سماعت کی اور مورخہ 19 نومبر 2018ء کو بسمہ امجد کی درخواست پر ایک لارجر بنچ تشکیل دے دیا۔ جس کی سربراہی

خود چیف جسٹس آف پاکستان کے پاس تھی۔

☆ مورخہ 5دسمبر 2018ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے لارجر بنچ نے چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں اس درخواست پر سماعت کی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مقدمہ نمبر 696/14 میں نئی JIT تشکیل دی اور بعد ازاں مورخہ 3جنوری 2019ء کو گورنمنٹ آف پنجاب نے JIT کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا اس JIT نے مورخہ 14جنوری سے لے کر 20 مارچ تک تفتیش کی۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تفتیش کیلئے بننے والی نئی جے آئی ٹی نے اصل ملزموں تک پہنچنے کے لیے مختلف پہلوؤں پر تفتیش کی تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ وقوعہ کیوں ہوا؟ اس کے پیچھے کیا سازش کارفرما تھی؟ اس وقوعہ کے پیچھے کون کون سازشی عناصر موجود ہیں؟ اور یہ سازش کہاں سے چلی اور کس طرح اس سازش پر عملدرآمد ہوا؟

سانحہ ماڈل ٹاؤن کی انوسٹی گیشن کیلئے JIT کے سامنے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی طرف سے تمام ثبوت زبانی و دستاویزی شہادتوں کی شکل میں پیش کردیے گئے۔ JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل وغارت گری کرنے والے ملزمان بشمول شریف برادران اور رانا ثناء اللہ سے بھی تفتیش کی۔

☆ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے منصوبہ ساز نواز شریف اور شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ سے جب جے آئی ٹی نے انوسٹی گیشن کی تو کچھ قوتیں متحرک ہوگئیں کہ ان کو جے آئی ٹی گنہگار ٹھہرا کر انسداد دہشت گردی کورٹ میں چالان پیش نہ کر دے اور انکے ٹرائل کا آغاز نہ ہوجائے۔ لہذا ان قوتوں نے جے آئی ٹی کی تشکیل کے نوٹیفکیشن کو معطل کرواکر جے آئی ٹی کو کام کرنے سے روک دیا اور یہاں تک کہ ایڈووکیٹ جنرل آفس کو بھی اس کیس کی فیکسیشن اور بینچ کی تشکیل تک کا معلوم نہ ہوسکا۔

یہی وجہ ہے کہ کیس کی سماعت کے دوران ایڈووکیٹ جنرل موجود نہیں تھے۔ جب ایڈووکیٹ جنرل کو معلوم ہوا تو وہ فوری طور پر عدالت میں پہنچ گئے لیکن ایڈووکیٹ جنرل نے جب فل بینچ کے سامنے یہ ساری صورتحال سامنے رکھی تو ایڈووکیٹ جنرل کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کردیا گیا۔

☆ ڈویژن بینچ نے مورخہ 24جنوری 2019ء کو اس رٹ کی maintainability پر سوالات اٹھادیے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کی روشنی میں بننے والی جے آئی ٹی کے خلاف ہم کس طرح سماعت کرسکتے ہیں تو پٹیشنر کے وکلاء نے تیاری کیلئے کورٹ سے ٹائم مانگ لیا۔

مورخہ 31 جنوری 2019ء کو ڈویژن بینچ لاہور ہائیکورٹ کے سامنے ملزمان کے وکلاء نے request کی کہ ہم چیف جسٹس کو درخواست دینا چاہتے ہیں کہ اس کیس میں لارجر بینچ بنایا جائے۔

مورخہ 20فروری 2019ء کو ایڈیشنل رجسٹرار جوڈیشل کو فل بینچ بنانے کیلئے درخواست دی گئی۔ حالانکہ یہ درخواست ریگولر طریقے سے جوڈیشل سائیڈ پر اوپن کورٹ میں دینی چاہیے تھی اور اوپن کورٹ میں اس درخواست کو لگنا چاہیے تھا لیکن اوپن کورٹ میں یہ درخواست نہیں دی گئی۔

مورخہ 5مارچ 2019ء کو یہ درخواست ایڈیشنل رجسٹرار جوڈیشل کی Noting کے ساتھ چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کے سامنے پیش کی گئی۔اوراس درخواست کو ایڈمنسٹریٹو سائیڈ پر لگادیا گیا اور اس کیس کو چیف جسٹس نے خود بخود ہی Take up کرلیا اور فل بینچ تشکیل دے دیا گیا۔

☆ مورخہ 13 مارچ 2019ء کو سینئر ممبر فل بینچ کے پاس یہ کیس جاتا ہے تو سینئر ممبر فل بینچ 22مارچ کے لیے اس کیس کو فکس کردیتے ہیں لیکن یہ کیس Regular weekly لسٹ میں نہیں آتا بلکہ 22مارچ کو Supplementary List کیس کی سماعت سے آدھا گھنٹہ پہلے نکلتی ہے اور فل بینچ اس کیس کی سماعت کرتا ہے اور ایڈووکیٹ جنرل کو سنے بغیر ہی JIT کے نوٹیفکیشن کو معطل کردیا جاتا ہے۔

☆ ہم نے فل بنچ کی تشکیل کو لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ کے ذریعہ چیلنج کیا ہوا ہے۔اس رٹ کی Maintabily

کے حوالے سے رجسٹرار آفس لاہور ہائی کورٹ نے اعتراض لگادیا تھا۔ اب یہ رٹ ASa Objection Case چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے پاس زیر سماعت ہے۔

مورخہ 2 مئی 2019 کو Urgent کیس کے طور پر لگا لیکن چیف جسٹس کی صحت کی خرابی کی وجہ سے چیف جسٹس رخصت پر چلے گئے جس کی وجہ سے اس کیس کی سماعت نہ ہوسکی۔ اسی طرح 6 مئی، 7 مئی، 8 مئی 2019 کو کیس فکس ہوا لیکن چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کی رخصت پر ہونے کی وجہ سے اس کیس کی سماعت نہ ہوسکی۔ اس کے بعد ابھی تک اس کیس میں تاریخ پیشی مقرر نہیں ہوئی ہے۔

اس طرح JIT کی تشکیل کے خلاف جورٹ دائر ہوئی ہیں وہ بھی فل بنچ لاہور ہائی کورٹ کے پاس زیر سماعت ہے۔ جس کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ کے فیصلہ مورخہ 22 مارچ 2019ء کے خلاف جس میں فل بنچ نے JIT کی تشکیل کے نوٹیفکیشن کو معطل کیا ہے، اس فیصلہ کے خلاف ہم نے سپریم کورٹ میں کیس دائر کردیا ہے۔

سانحہ کے ذمہ داران کو دی جانے والی مراعات

اس وقت کی ظالم نواز، شہباز حکومت کے مذموم مقاصد کو عملی جامہ پہنانے اور پاکستان عوامی تحریک کی سیاسی جدوجہد کو بزورِ بازو روکنے کے لیے آئی جی پنجاب خان بیگ نے آپریشن کرنے سے انکار کر دیا تو سپیشل ٹاسک کے لیے خصوصی طور پر قتل وغارت گری کے لئے مشتاق احمد سکھیرا کو بلوچستان سے ٹرانسفر کیا گیا حالانکہ آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا کا گریڈ 21 ویں تھا اور یہ پوسٹ 22 ویں گریڈ کی تھی۔ بعد ازاں مشتاق احمد سکھیرا کو مراعات کے طور پر ریٹائرمنٹ کے بعدوفاقی ٹیکس محتسب لگا دیا گیا جو کہ ایک Constitutional post ہے جبکہ دوسری طرف خان بیگ کو ریٹائرمنٹ تک OSD رکھا گیا۔

☆ سابق وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف کے پرسنل سیکرٹری توقیر شاہ کو بھی خصوصی طور پر نوازتے ہوئے WHO میں نمائندہ مقرر کردیا گیا۔

☆ اسی طرح اس وقت کے ڈی سی او احمد جاوید قاضی نے بھی آپریشن کرنے سے انکار کر دیا تھا تو کیپٹن (ر) عثمان کو بطور ڈی۔سی۔او لایا گیا اور اس وقوعہ کے بعد کیپٹن (ر) عثمان کو مراعات کے طور پر صاف پانی پراجیکٹ سربراہ بنایا گیا اور سپیشل پیکج پر دس لاکھ روپے ماہانہ دیے گئے۔

☆ اسی طرح خصوصی طور پر تعینات پراسیکیوٹر جنرل احتشام قادر شاہ کی 3 سال کیلئے خصوصی تقرری کے بعد ان کو سپیشل پیکیج اور مراعات کے طور پر تقریبا 10 لاکھ روپے ماہانہ دیے گئے۔ مورخہ 17 جون 2017ء کو 3 سال مکمل ہونے پر پراسیکیوٹر جنرل احتشام قادر شاہ کو مزید توسیع نہ مل سکتی تھی۔ مورخہ 22 جون 2017ء کو حکومت پنجاب اور وزیر اعلی پنجاب نے گورنر پنجاب سے آرڈیننس جاری کروایا۔ آرڈیننس کے سیکشن 6 کے تحت حکومت پنجاب اور وزیر اعلی کو Amendment کا اختیار دے دیا گیا جس کے تحت پراسیکیوٹر جنرل کی مدت ملازمت میں مزید 2 سال کی توسیع کر دی گئی اور یہ توسیع اس لیے دی گئی کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مقدمہ کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

پراسیکیوٹر جنرل کو نہ صرف توسیعِ ملازمت دی گئی بلکہ مزید ترمیم بھی کی گئی کہ پراسیکیوٹر جنرل کی رائے کو کورٹ اہمیت دے گی اور پراسیکیوٹر جنرل ملزمان کی سزا بھی تجویز کرے گا۔

نواز، شہباز حکومت کا قتل و غارت گری کروانا اور بعد ازاں اپنے آپ کو تحفظ دینے کیلئے قانونی منصوبہ بندی کرنا یہ تمام اقدامات، تقرریاں، برطرفیاں، تبادلے، خصوصی مراعات، توسیعِ ملازمت، آرڈیننس اور ترمیمات یہ سب واضح کرتے ہیں کہ شہباز شریف بطور وزیر اعلیٰ پنجاب اس پورے وقوعہ/سانحہ کے ذمہ دار ہیں اور اس وقوعہ سے پہلے تیاری اور اس کے بعد تحفظ دینے کے اقدامات ان کے جرم کو ثابت کرتے ہیں۔ اس وقوعہ کی پولیس ہی صرف ذمہ دار نہیں ہے بلکہ حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت بھی اتنی ہی ذمہ دار ہے جس کی ایماء پر تمام وقوعہ ہوا ہے۔

مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا...... تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لیے سیاسی رہنماؤں کا عزم

منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہونے والی آل پارٹی کانفرنس

رپورٹ: نوراللہ صدیقی

17 جون 2014ء کا دن پاکستان کی تاریخ کا ایک سیاہ دن ہے، اس دن ریاستی ادارے پولیس نے حکومتِ وقت کی ایماء اور ہدایت پر ماڈل ٹاؤن میں بے گناہ اور نہتے شہریوں پر بارود کی بارش کی، دو خواتین تنزیلہ امجد اور شازیہ مرتضیٰ سمیت 14 افراد کو شہید اور 100 کو زخمی کر دیا جن میں بیشتر آج پانچ سال گزر جانے کے بعد بھی زیر علاج اور معذور ہیں۔ قتلِ عام کا یہ منظر پوری قوم نے قومی میڈیا کے ذریعے براہِ راست دیکھا اور کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی جو اشکبار نہ تھی۔ سیاسی، سماجی، مذہبی حلقوں نے اس ظلم اور بربریت کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور سب نے ظلم اور بربریت کے ذمہ داروں کے خلاف کڑی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تناظر میں منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں متعدد اے پی سی بھی منعقد ہوئیں جن میں کم و بیش تمام بڑی جماعتوں نے شرکت کی اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء سے اظہار یکجہتی کیا اور انصاف کی فراہمی کے حوالے سے منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے موقف کی حمایت کی۔

5ویں برسی کے موقع پر ہم زیرنظر تحریر کے ذریعے ایک بارپھر ان تمام جماعتوں کو ان کا وہ عہد یاد کروائیں گے جو انہوں نے انصاف کی فراہمی کے لیے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء سے کیا تھا۔

آل پارٹیز کانفرنس 29 جون 2014ء

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے بعد پہلی اے پی سی 29 جون 2014ء کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس اے پی سی میں 33 سیاسی، سماجی اور مذہبی جماعتوں نے شرکت کی۔

☆ چودھری شجاعت حسین نے اے پی سی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکمرانوں نے شمالی وزیرستان کے فوجی آپریشن کو سبوتاژ کرنے کے لیے سانحہ ماڈل ٹاؤن کروایا جس میں پرامن کارکنوں کا قتل عام کروا کر ریاستی دہشتگردی کی گئی۔

☆ پاکستان تحریک انصاف کے مرکزی رہنما شاہ محمود قریشی نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا انتہائی دردناک باب ہے، وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف اس واقعہ کا ذمہ دار ہے، انہیں چاہیے فوری استعفیٰ دیں، یہ سیاست کا نہیں انسانیت کا معاملہ ہے، ظلم یہ ہے کہ قاتلوں نے مظلوموں پر ہی ایف آئی آر درج کروا دی۔

☆ میاں محمود الرشید نے کہا کہ انہوں نے 17 جون 2014ء کو سانحہ کے وقت پنجاب اسمبلی میں زبردست احتجاج کیا اور آئندہ اجلاس میں اپنی تحریک التواء کے تحت اس اہم ایشو پر بحث کی جائے گی۔

☆ شیخ رشید احمد نے اے پی سی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ واسا کے گڑھے میں گرنے والے بچے کی خبر وزیراعلیٰ کو ہو جاتی ہے اور ان کے ہمسائے میں 14افراد شہید، 80 کو گولیوں سے زخمی کیا گیا اور حیرت ہے انہیں اس کا علم نہیں تھا۔

سب جماعتوں کو یک نکاتی ایجنڈے پر ظالم حکمرانوں کے خلاف سڑکوں پر آ کر ظلم کی رات کے خاتمہ تک جدوجہد کرنی چاہیے۔

☆ سردار آصف احمد علی نے کہا کہ شہباز شریف نے جنرل ڈائر کا کردار ادا کرتے ہوئے کارکنوں کا قتل عام کیا، ان شہداء کا انصاف عدالتوں اور اسمبلیوں میں نہیں اللہ کے پاس اور سڑکوں پر ملے گا۔

☆ ایم کیو ایم کے رہنما ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی نے کہا کہ سرکاری دہشت گردی سے پاکستان عوامی تحریک کے پرامن کارکنوں کا قتل عام کر کے انہیں اپنے مشن انقلاب سے دور رہنے کے لیے ڈرایا گیا۔

☆ سنی اتحاد کونسل کے چیئرمین صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ وزیراعلیٰ (شہباز شریف) قاتل اعلیٰ ہے، شہداء کے ورثاء کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔

☆ مجلس وحدت المسلمین کے رہنما راجہ ناصر عباس نے کہا کہ خواتین کا حجاب نوچنا اور قتل کرنا مردوں نہیں بلکہ نامردوں کا کام ہے۔ ظالم شریف حکمرانوں نے ماڈل ٹاؤن میں یہی کیا۔

☆ جماعت اسلامی کے رہنما نذیر احمد جنجوعہ نے کہا کہ موجودہ ظالم حکمرانوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ریاستی دہشت گردی اور ظلم و بربریت کی انتہا کی۔

☆ تحریک ہزارہ کے رہنما بابا حیدر زمان (مرحوم) کا کہنا تھا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن نے دورِ غلامی کی یاد تازہ کر دی، سانحہ ماڈل ٹاؤن میں انسانیت کا خون بہایا گیا۔

☆ علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ عوامی تحریک کے پرامن کارکنوں کی شہادت کا قصاص لینا چاہیے۔ 14 شہداء کا مطلب ہے انسانیت کا 14 بار قتل عام ہوا۔

☆ علامہ حامد سعید کاظمی نے کہا کہ پہلے دہشت گرد وردیوں میں نہیں ہوتے تھے لیکن سانحہ ماڈل ٹاؤن میں پولیس کی وردیوں میں ریاستی دہشت گردی کی گئی۔

☆ فاٹا سے اجمل وزیر نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث حکومتی عناصر عبرتناک انجام کے مستحق ہیں۔

☆ احمد رضا قصوری نے کہا کہ حکمران سانحہ ماڈل ٹاؤن میں براہ راست ملوث ہیں اور مجھے یہ تختہ دار پر نظر آ رہے ہیں۔

☆ سابق وزیراعلیٰ و گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ اتنے بڑے قتلِ عام کی ذمہ داری براہِ راست وزیراعلیٰ پنجاب پر عائد ہوتی ہے، ڈاکٹر طاہرالقادری کی عوامی طاقت سے خوفزدہ ہو کر ریاستی دہشت گردی کی گئی۔

☆ سندھ سے تعلق رکھنے والے اس وقت کے ایم پی اے مائیکل جاوید نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی وجہ سے میں نے مسلم لیگ ن سے استعفیٰ دے دیا ہے۔

☆ اے پی سی میں ایم پی اے راحیلہ ٹوانہ، مسیحی رہنما جے سالک، سردار رمیش سنگھ، نے بھی خطاب کیا اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء سے اظہارِ ہمدردی کیا۔

ماڈل ٹاؤن ڈیکلریشن

6 اکتوبر 2015ء کو تحریک انصاف اور پاکستان عوامی تحریک کے درمیان شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلوانے کے لیے ایک متفقہ ڈیکلریشن جاری کیا گیا جس پر تحریک انصاف کی طرف سے اس وقت کے چیف آرگنائزر محترم چودھری محمد سرور نے دستخط کیے جبکہ پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور نے دستخط کیے۔ یہ ڈیکلریشن 4 نکات پر مشتمل تھا۔ ڈیکلریشن کے مطابق:

۱۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلوانے کے لیے مشترکہ جدوجہد کو تیز کیا جائے گا۔

۲۔ عوام کے آئینی، جمہوری حقوق کے تحفظ اور ہر طرح کے استحصال کے خاتمہ کیلئے بھرپور سیاسی کردار ادا کیا جائے گا۔

۳۔ دہشتگردی، انتہا پسندی، کرپشن کے خاتمہ اور بلاتفریق احتساب کیلئے دونوں جماعتیں اپنا بھرپور قومی، سیاسی کردار ادا کریں گی۔

۴۔ اس ڈیکلریشن میں اس عزم کا اظہار کیا گیا تھا کہ دونوں جماعتیں ورثاء کو انصاف دلوانے کے لیے جدوجہد کو تیز کریں گی۔

اب تحریک انصاف حکومت میں ہے اور اس ضمن میں قائدِ تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا کہنا ہے کہ

انصاف کے راستے میں جو مسائل اور مشکلات سابق دور حکومت میں تھیں وہ آج بھی ہیں۔

آل پارٹی کانفرنس (30 دسمبر 2017ء)

حصول انصاف کے لیے 30 دسمبر 2017ء کو آل پارٹی کانفرنس منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوئی جس میں درج ذیل متفقہ اعلامیہ جاری کیا گیا:

1۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن ریاستی دہشت گردی کا بدترین واقعہ ہے جس میں ن لیگ کی قیادت نوازشریف، شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ سمیت بیوروکریٹس، پولیس افسران اور حکومت پنجاب کے اہلکاران ملوث ہیں جنہوں نے عدالتی حکم پر لگائے جانے والے بیریئر ہٹانے کی آڑ میں ذاتی اور سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے ماڈل ٹاؤن میں 100 افراد کو گولیوں سے زخمی کیا گیا، جن میں سے 14 افراد شہید ہوئے۔

2۔ اے پی سی اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ 17 جون 2014ء کے دن ماڈل ٹاؤن میں جن افراد کو شہید یا زخمی کیا گیا وہ صرف پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان ہی نہیں بلکہ ریاست پاکستان کے شہری تھے جن کے انصاف کیلئے اجتماعی جدوجہد کرنا اے پی سی میں شریک تمام جماعتوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور اے پی سی اس سلسلے میں آئندہ پوری جدوجہد کو Own کرتی ہے ،مزید یہ بھی سمجھتی ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے معاملے میں انصاف کی فراہمی قومی سطح پر نظامِ عدل کے نفاذ اور قانون کی بالادستی کیلئے سنگِ میل ثابت ہوگی۔

3۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے مظلوم ورثاء ساڑھے تین سال کی طویل قانونی جدوجہد کے بعد صرف جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ حاصل کر پائے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نواز شریف ،شہباز شریف اور سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث ملزمان کے برسراقتدار رہتے ہوئے صاف و شفاف تحقیقات ،ٹرائل اور حصول انصاف ناممکن ہے۔ 125 پولیس افسران کے سمن ہونے کے باوجود ایک بھی ملزم کو گرفتار نہیں کیا گیا ۔یہاں تک کہ قتل عام کا منصوبہ بنانے والے حکومتی لیڈرز اور بیوروکریٹس میں سے بھی کسی ایک کو طلب نہیں کیا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ حکومت انصاف کی فراہمی میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

4۔ اے پی سی مطالبہ کرتی ہے کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن نے شہباز شریف ،رانا ثناء اللہ کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قتل عام اور اس قتل عام کی منصوبہ بندی کا ذمہ دار ٹھہرا دیا ہے لہٰذا وہ اور سانحہ میں ملوث ان کے دیگر حکومتی حواری ،جملہ شریک ملزمان اور بیوروکریٹس مستعفی ہو جائیں۔

5۔ اے پی سی تمام صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ سے مطالبہ کرتی ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قتلِ عام میں ملوث شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ کے استعفوں کے مطالبہ پر مبنی قراردادیں منظور کروائیں۔

6۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی 2 ایف آئی آرز درج ہیں اور پنجاب حکومت کی جانب سے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی دو جے آئی ٹیز بنائی گئی تھیں، ان جے آئی ٹیز میں شہداء کے ورثاء اور زخمیوں میں سے کسی کی گواہی ریکارڈ نہیں کی جا سکی یعنی مدعیان مقدمہ کی شہادت تاحال کسی جے آئی ٹی کے ریکارڈ پر نہیں ہے۔ فیئر ٹرائل کیلئے مضروبین ،متاثرین اور مدعیانِ مقدمہ کی شہادت ریکارڈ پر لانا قانون کا ناگزیر تقاضا ہے۔ لہٰذا اے پی سی چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان سے درخواست کرتی ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن ایک اذیت ناک انسانی المیہ ہے ۔سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انسانیت کے خلاف،سٹیٹ کے خلاف اور پبلک کے خلاف سنگین جرم پر سوموٹو ایکشن لیتے ہوئے قتلِ انسانی کے اس سانحہ کی صحیح اور مکمل تفتیش کیلئے غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل کا حکم دیں جس کی مانیٹرنگ سپریم کورٹ کا ایک معزز جج خود کرے۔

7۔ اے پی سی مطالبہ کرتی ہے کہ کسی اندرونی ،بیرونی دباؤ کے تحت سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ملزمان اور قومی دولت لوٹنے والے شریف خاندان کو کسی قسم کا کوئی این آر او نہ دیا جائے، کوئی ماورائے قانون ریلیف دیا گیا تو قوم اسے ہرگز قبول نہیں کرے گی۔

❀❀❀❀❀

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

غالب و کار آفریں، کار کُشا اور کارساز بندۂ مومن ڈاکٹر فرید الدین قادری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے والد گرامی کی برسی پر خصوصی تحریر

محمد فاروق رانا

ذاتِ باری تعالیٰ ذرے کو آفتاب بنانے پر قدرت رکھتی ہے۔ اسی اصول کے تحت جب قادرِ کون و مکان اپنے خاص بندوں پر مہربان ہوتی ہوگی تو ان پر کس قدر عنایات اور نوازشات کی برسات کا عالم کیا ہوگا؟ اس جود و کرم کا اندازہ کرنا کسی بھی شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال بندۂ مومن کی عظمت، شان و شوکت اور دسترس کا عالم کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا کار ساز

یہاں ہم ایک ایسے ہی غالب و کار آفریں، کار کشا اور کارساز مردِ مومن کا تذکرہ کریں گے۔ ان کا دستِ بابرکت ایک طرف تو تسبیح کے دانوں پر اللہ رب العزت کی حمد و ثنا اور کبریائی بیان کرتا تھا تو دوسری جانب وہی ہاتھ دکھ درد کے ماری مخلوقِ الٰہی کی نبضیں ٹٹول کر ان کے دکھ، درد اور روگ دور کر کے مسیحائی کا کردار ادا کرتا تھا۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ یا تو اللہ رب العزت کی بندگی میں بسر ہوتا تھا یا مخلوقِ الٰہی کی بندہ پروری میں۔ شب و روز کی اس کارگزاری نے انہیں مردِ مومن کے مقام پر پہنچا دیا۔ اگر ہم اس حوالے سے تاریخ کا مطالعہ کریں تو اوراق اس عظیم ہستی کا تعارف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی قبلہ حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے نام سے کراتے ہیں۔

حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کی شخصیت بے پناہ اوصاف و کمالات کا مجموعہ تھی۔ ذیل میں ان کی شخصیت کے چند تابناک پہلوؤں کو بیان کیا جارہا ہے:

حکمت میں حاصل کمال

حضرت فرید ملتؒ علم و حکمت کے ایسے جویا تھے، جو اوائل عمری ہی میں محدود ذرائع نقل و حمل ہونے کے باوجود جھنگ جیسے دور افتادہ علاقے سے تن تنہا پہلے سیال کوٹ اور بعد ازاں لکھنؤ کی طلسم نگری میں علم و حکمت کی تلاش میں تن تنہا جا پہنچے۔ مثل مشہور ہے کہ سفر وسیلۂ ظفر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا یہ سفر مبارک ثابت ہوا اور بالآخر یہ مردِ قلندر پانچ سال کے طویل عرصے کے بعد علم و حکمت کو گوہر ہائے گراں مایہ اپنی جھولی میں بھر کر جھنگ واپس پہنچا۔ قطرے کو گہر بننے میں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے وہ قطرہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حوالے سے مرزا اسد اللہ غالبؔ کیا خوب منظرکشی کرتے ہیں:

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

ڈاکٹر فرید الدین قادری کے لکھنؤ میں گزرے پانچ سالوں کی کارگزاری کچھ یوں تھی۔ 'کہاں جھنگ! کہاں لکھنؤ! دیارِ غیر میں نہ کوئی مونس، نہ کوئی مددگار، نہ کوئی آشنا، نہ کوئی واقف کار اور گھر سے مزید رقم کا حصول مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ بالآخر حالات کی کڑی دھوپ میں یہ درویش جوان

زمانے کے سرد و گرم تھپیڑے ہنس کر جھیلتا رہا اور دیوانہ وار اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہا، بالآخر یہ مردِ قلندر پانچ سال کے طویل عرصے میں علم و حکمت کے گہر ہائے بے بہا سے اپنی جھولی بھر کر گھر واپس لوٹا۔ فریدِ الدین جب گھر سے نکلے تو ایک ناتواں اور تہی دامن نوجوان تھے، مگر اجنبی دیار میں برسوں کے مجاہدات، ریاضات اور مشکلات طے کر کے ڈاکٹر فریدالدین بن کر واپس لوٹے تو ان کا دامن مؤقر ڈگریوں سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے جوائنٹ طبیہ کالج سے طب کی سند لی تو کنگ جارج میڈیکل کالج سے میڈیکل سٹیفکیٹ حاصل کیا۔ دورۂ حدیث اور درسِ نظامی کی تکمیل اس پر مستزاد تھی۔

ڈاکٹر فرید الدین قادری لکھنؤ سے طب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور پہنچے تو اپنے علمی سفر کو خیرباد کہنے کے بجائے حکمت کی سب سے بڑی ڈگری ’زبدۃ الحکماء‘ کے حصول کے لیے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے امتحان میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اس امتحان میں نبض شناسی کے موضوع پر چالیس سے زائد صفحات مشتمل عربی زبان میں مقالہ تحریر کیا اور اس کارنامے پر پنجاب بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کرتے ہوئے طلائی تمغہ حاصل کیا۔ تقسیمِ انعامات کی تقریب میں مہمان خصوصی شہرۂ آفاق ادبی جریدہ ’مخزن‘ کے مدیر سر عبدالقادر نے ڈاکٹر فرید الدین قادری کی اس عظیم کاوش کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

”یہ طالبِ علم (ڈاکٹر فرید الدین) مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے نبض کے موضوع پر ایک عظیم مقالہ لکھا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک بہترین مقالہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ایک ادبی شہ پارہ بھی ہے۔ ہم اسے دیکھ کر حیران رہ گئے اور یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ ایک طالبِ علم کا نبض کے موضوع پر مقالہ ہے یا کہ نبض کے فن پر کسی امام کی کتاب، ہم پچاس میں سے پچاس نمبر دینے پر مجبور تھے ورنہ یہ مقالہ زیادہ نمبروں کا مستحق تھا۔“

سر عبد القادر کے یہ الفاظ ڈاکٹر فرید الدین قادری کی طب کے علم پر گہری گرفت اور ماہر نباض ہونے کی سند ثبت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

اردو زبان و ادب میں حاصل کمال

اردو زبان و ادب کے اہم مرکز لکھنؤ میں گزارے شب و روز نے انہیں نہ صرف شعر و سخن کی جانب راغب کیا بلکہ اردو نعت کے اہم شاعر امیر مینائی کے بیٹے شکیل مینائی کی شاگردی اختیار کر کے اعلیٰ شعر کہنے کی بدولت اس زمانے کے ہر مشاعرے کی زینت سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے نعتیہ قصائد سمیت تمام قابلِ ذکر اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کی۔ وہ ’دیوانِ قادری‘ سمیت حکمت پر مبنی متعدد تصانیف اور ایران، عراق، شام اور سعودی عرب کے اسفار پر مبنی سفرنامہ کے مصنف بھی تھے۔ ان کے شاعرانہ مقام و مرتبے کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیر افضل جعفری اور مجید امجد جیسے کہنہ مشق شاعر بھی سخن ور میں ان سے اصلاح لیا کرتے تھے۔

سفر ہائے زیارات

حضرت فرید ملتؒ نے سیروا فی الارض کے حکم الٰہی کے تحت خطہ ارضی کے بیشتر حصوں کی سیر کی تا کہ قدیم و جدید علوم و رجحانات سے آگہی ہونے کے ساتھ ساتھ قومی و بین الاقوامی ویژن میسر آئے کیونکہ یہی خصوصیات آپ نے سائنس و ٹیکنالوجی کی موجودہ صدی کی عالم گیر تجدیدی و احیائی تحریک کی قیادت میں منتقل کرنا تھیں۔ آپ کے ان اَسفار کا مقصد کبھی شیخ طریقت کی تلاش ہوتا تو کبھی روحانی اسرار و معارف سے شناسائی۔۔۔ کبھی دینی علوم کا حصول ہوتا تو کبھی دنیاوی علوم تک رسائی۔

حضرت فرید ملتؒ نے محدود ذرائع نقل و حمل کے باوجود ایران، عراق، شام اور سعودی عرب کی سیاحت بھی کی۔ انہوں نے اس عالم گیر اسفار میں جہاں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی وہیں مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ بغداد میں مقیم غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے جگر گوشۂ حضرت شیخ ابراہیم سیف الدین القادری البغدادی الجیلانیؒ کے دستِ حق پر بیعت بھی کی۔ اس طرح وہ جسمانی طبیب کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بن کر غوث الوریٰ کے بغدادی مہ خانے کا فیض بھی بانٹنے لگے۔

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن

ڈاکٹر فرید الدین قادری تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ آپ کے ایک دیرینہ دوست ڈاکٹر احسان صابری قریشی بیان کرتے ہیں:

''آل انڈیا مسلم لیگ کا 23 مارچ 1940ء کا مشہور تاریخی اجلاس لاہور میں شروع ہونے والا تھا۔ ان ایام میں دفعتاً ڈاکٹر فریدالدین قادری جھنگ تشریف لائے اور اپنے والد صاحب کے گھر ٹھہرنے کی بجائے میرے ہاں ٹھہرے۔ مجھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آؤ لاہور چلیں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے تین روزہ اجلاس میں شرکت کریں، جبکہ میں نے اپنی سرکاری ملازمت کے سبب لیت ولعل سے کام لیا۔ اس پر فرید صاحب نے کہا کہ اس اجلاس میں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطے کی قرار داد پاس ہوگی اور قائداعظم محمد علی جناح بنفسِ نفیس اس کی صدارت کریں گے۔ اس لحاظ سے یہ ایک تاریخی اجلاس ہوگا اور ان شاء اللہ مسلمان انگریز سے ایک علیحدہ خطہ لے کر رہیں گے۔

چنانچہ میں نے فرید صاحب کا مشورہ مان لیا اور دو دن کی رخصت لے کر ڈاکٹر فرید صاحب کے ساتھ لاہور پہنچا۔ میں چونکہ زمانہ طالب علمی میں مسلم لیگ کا رضا کار بھی رہا تھا، اس لیے 23مارچ کے اجلاس میں ہم دونوں نے پہلی قطار میں جگہ حاصل کرلی۔ قائداعظم کی تقریر کے دوران میں نعرے لگاتا تھا اور فرید صاحب مع حاضرین اجلاس میرے نعروں کا جواب دیتے تھے۔ ہم ''مسلم لیگ زندہ باد''، ''قائداعظم زندہ باد'' کے نعرے پوری قوت سے لگا رہے تھے۔ قائداعظم ہم دونوں سے بہت خوش نظر آتے تھے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ہمیں دادِ تحسین دیتے تھے۔ مولوی ابوالقاسم، فضل الحق، خلیق الزماں اور نواب زادہ لیاقت علی خان بھی ہمیں شاباش دے رہے تھے۔ یہ اجلاس تین روز تک جاری رہا اور ہم دونوں نے تینوں روز فلک شگاف نعرے لگائے''۔

حضرت فرید ملت 1947ء کی ہجرت کے خانماں برباد مہاجرین کے مونس و مددگار رضا کار کی حیثیت سے عرصہ دراز تک ان کی بحالی میں بھی کوشاں رہے۔ وہ دینِ اسلام کے معلم اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف ننگی تلوار تھے۔ چناب نگر (ربوہ) نزدیک ہونے کے سبب ضلع جھنگ کا سارا علاقہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا محور مرکز بن چکا تھا، مگر یہ ان کی مبلغانہ کاوشوں کا ہی کمال تھا کہ جھنگ میں مرزائیت کے ناسور کو پنپنے کا موقع نہیں ملا۔

ڈاکٹر فرید الدین قادری ایک وقت میں طب کے حکیم بھی تھے اور روحانی پیشوا بھی۔ وہ عالم بے بدل بھی تھے اور مقرر دل پذیر بھی۔ وہ صاحبِ اسلوب شاعر بھی تھے اور باکمال مصنف بھی۔'' ان کی خوش قسمتی یہ کہ انہیں حضرت مولانا محمد یوسف سیال کوٹی، مولانا عبد الحی فرنگی محل، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا عبدالشکور مہاجر مدنی، شیخ علوی بن عباس المالکی، شیخ محمد الکتانی، مولانا سردار احمد، حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری، حکیم عبد الوہاب نابینا انصاری اور شفاء الملک حکیم عبد الحکیم جیسی تاریخ ساز شخصیات کے حلقۂ تلمذ میں رہنے کا اعزاز حاصل رہا۔ ان عظیم شخصیات کی تعلیم و تربیت، خداداد صلاحیتوں اور شبانہ روز کاوشوں کے سبب وہ صرف، نحو، منطق، فلسفہ، اصول فقہ، معانی، علمِ عروض، عربی ادب، فارسی ادب، طب، حدیث، اصولِ حدیث، اصولِ تفسیر اور تصوف جیسے شعبوں میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔'' علم وحکمت اور دیگر اوصاف سے روشن یہ خورشید 2 نومبر 1974ء بمطابق 16 شوال کو جھنگ کی سرزمین میں غروب ہوگیا۔

ڈاکٹر فرید الدین قادری متعدد علوم و فنون کی ایسی کہکشاں تھے جہاں ہر پل ہر گھڑی نورِ ہدایت تابانیاں بکھیرتا تھا۔ اس نور سے عرصہ دراز تک ایک دنیا مستنیر ہوتی رہی۔ شجر کی شناخت اس کے پھل سے اور عمارت کی اہمیت اس کے معمار سے ہوتی ہے۔ اسی قانون کے تحت یہ اسی منور و معطر ہستی کی تعلیم و تربیت کا فیض ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مبارک وجود کی صورت میں دنیا بھر میں اس صدی کی تجدیدی تحریک منہاج القرآن کی شکل میں برپا ہے۔ ان شاء اللہ قیامت کے دن تک یہ نور اہلِ حق کے قلوب وصدور کو پرنور کرتا رہے گا۔

"منہاج حلال سرٹیفکیشن" الحمدللہ پہلا آڈیٹر/لیڈ آڈیٹر کورس مکمل

MHC بیرون ملک بھی اپنی خدمات فراہم کرے گا: ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

خصوصی رپورٹ

آج کے ترقی یافتہ دور میں حلال انڈسٹری نے گزشتہ ادوار میں جو ترقی کی ہے اس نے بیک وقت غیر مسلم معاشرے کو بھی اپنی جانب متوجہ کیا ہے۔ حلال کی اس بڑھتی ہوئی شناخت کی وجہ سے ترقی یافتہ ممالک میں حلال سٹینڈرڈز وجود میں آئے اور بیشتر ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی حلال سرٹیفائیڈ سسٹم سے منسلک ہوگئیں۔ گزشتہ تین دہائیوں سے مشرقی ایشیائی ممالک جیسا کہ ملائشیا اور سنگاپور نے حلال انڈسٹری کے فروغ کیلئے سب سے زیادہ کام کیا۔ ایسا اس لئے ممکن ہوا کیونکہ ان ممالک نے اوائل ہی سے حلال سرٹیفکیشن باڈیز کے قیام کو یقینی بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان ممالک کی حلال سرٹیفائیڈ اتھارٹیز نے پوری دنیا کی نظر حلال سرٹیفکیشن اور حلال سٹینڈرڈز پر مرکوز کروائی جس کے بعد ان ممالک نے ان سٹینڈرڈز کو اپنے معاشیاتی نظام کا حصہ بنایا جس سے یہ نظام پوری دنیا میں پھیلا۔

ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ڈیویلپمنٹ ملائیشیا (JAKIM) پوری دنیا کے بیشتر ممالک کی حلال سرٹفکیشن باڈیز کے ساتھ منسلک ہے۔ PSQCA میں ایک کمیٹی کو حلال سٹینڈرڈز کا ٹاسک دیا گیا ہے جس میں 45 ممبران ہیں جن میں 8 سے 10 جید مفتی حضرات اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل نے 2015ء میں منہاج حلال سرٹیفکیشن کی تشکیل کا آغاز کیا۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے تحریک منہاج القرآن سے وابستہ چند سینئر احباب پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا مقصد بین الاقوامی ماہرین کی آراء، مختلف انڈسٹریز سے منسلک احباب سے روابط قائم کرنا، حکومتی اور نجی سطح پر مختلف افراد سے ملاقاتیں کرنا اور اس حوالے سے ایک جامع حکمت عملی ترتیب دینا تھا جس کی بنیاد پر منہاج حلال سرٹیفکیشن کا آغاز کیا جا سکے۔ الحمدللہ تعالیٰ منہاج حلال سرٹیفکیشن کا باضابطہ آغاز جنوری 2019ء میں کر دیا گیا ہے۔

"منہاج حلال سرٹیفکیشن" کے تحت پہلا حلال آڈیٹر/لیڈ آڈیٹر کورس مکمل کروایا جا چکا ہے جو کہ سرٹیفکیشن انڈسٹری کی ایک معروف بین الاقوامی تنظیم (بیورو ویریٹاس) کی معاونت کے ساتھ مکمل کروایا گیا اور آئندہ بھی منہاج حلال سرٹیفکیشن ملکی اور غیر ملکی حلال سرٹیفکیشن سے متعلق تنظیمات اور انسٹیٹیوشنز کے ساتھ الحاق کرتی رہے گی۔

منہاج یونیورسٹی کے عمر بن خطاب بلاک کے ساتھ ہی منہاج حلال سرٹیفکیشن کے دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا۔ منہاج حلال سرٹیفکیشن نے دسمبر 2018ء سے اپنے کام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اور اسی ماہ کی 26 سے 30 دسمبر 2018ء تک پہلا حلال آڈیٹر/لیڈ آڈیٹر کورس مکمل ہوا۔ کوئی بھی حلال سرٹیفکیشن

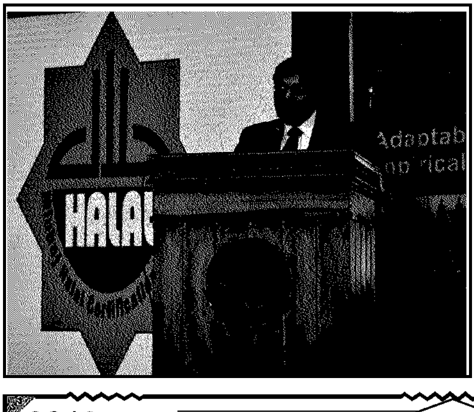

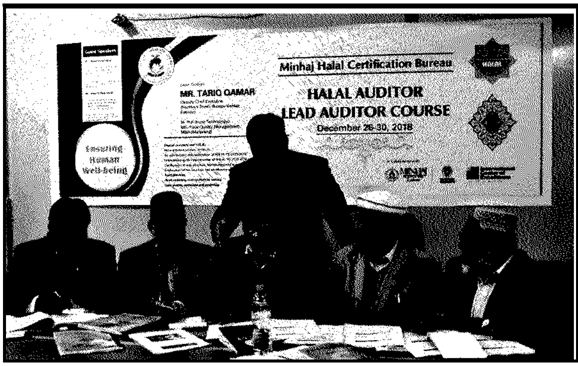

باڈی اس صورت میں ہی بہترین کام سرانجام دے سکتی ہے جب اس کے پاس حلال کے تربیت یافتہ شریعہ سکالرز اور فوڈ سائنس سکالرز موجود ہوں۔ ''منہاج حلال سرٹیفکیشن'' دوسرے اداروں کی نسبت اس لئے بھی ممتاز ہے کہ اس ادارے کو منہاج یونیورسٹی کے فوڈ سائنس ڈیپارٹمنٹ اور کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز جیسے بہترین ریسرچ کے ادارے میسر ہیں۔ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل طلبہ جو اس حلال کے مشن سے منسلک ہونا چاہیں وہ حلال کورسز اور حلال ریسرچ کے ذریعے منہاج حلال سرٹیفکیشن کے ساتھ منسلک ہو سکتے ہیں۔نیز فوڈ اور بیوریجز کی کمپنیوں کی حلال سرٹیفکیشن اور ایکسپورٹرز /امپورٹرز کے لئے ''حلال کنسائنمنٹ سرٹیفکیشن'' اور'' حلال آڈٹ'' کا آغاز بھی کر دیا گیا ہے۔

6 جنوری 2019ء کو منہاج یونیورسٹی لاہور کی جانب سے منعقدہ بین الاقوامی اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس کانفرنس میں صدرمنہاج القران انٹرنیشنل ،ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور اور چیئرمین منہاج حلال سرٹیفکیشن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج حلال سرٹیفکیشن کا باقاعدہ آغاز کیا۔ کانفرنس میں اسلامی دنیا سے اکنامکس اور فنانس کے نامور سکالرز اور ماہرین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ تقریب سے خطاب کے دوران ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج حلال سرٹیفکیشن (MHC) کے قیام کا اعلان کیا اور کانفرنس کے شرکاء اور میڈیا کو بتایا کہ MHC کا قیام بین الاقوامی حلال کی صنعت اور حلال انڈسٹری کے ساتھ منہاج القران انٹرنیشنل کا ایک تعارف ہے۔

MHC ٹریننگ، ''حلال ریسرچ و معلومات عامہ'' اور'' حلال آڈٹ'' کے لئے نہ صرف پاکستان بلکہ مستقبل میں پاکستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی اپنی خدمات فراہم کرے گا۔ سال 2019ء میں MHC تحریک منہاج القران سے وابستہ دیگر احباب کو MHC کی سرگرمیوں میں شامل کرے گی جو حلال انڈسٹری، فوڈ اور بیوریجز انڈسٹری یا خام مال کی امپورٹ ،ایکسپورٹ سے وابستہ ہیں۔

منہاج حلال سرٹیفکیشن کا دفتر اپنے کام کا آغاز کر چکا ہے۔اور حلال شعبے سے متعلق مختلف تربیتی پروگراموں کا آغاز بھی کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حلال سرٹیفکیشن کے لئے ملکی سطح پر انڈسٹریز سے رابطہ سازی کا عمل شروع ہو چکا ہے اور جلد ہی ''پاکستان نیشنل ایکریڈیشن کونسل'' (PNAC) کی رجسٹریشن کا حصول بھی متوقع ہے۔

منہاج حلال سرٹیفکیشن سٹاف کے ساتھ رابطہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

042-35142024, 0333-8598870

مزید معلومات کے لئے منہاج حلال سرٹیفکیشن کی ویب سائٹ www.minhajhalal.com وزٹ کریں۔

❁❁❁❁❁

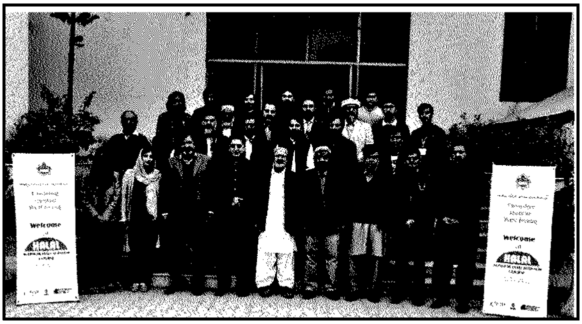

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سالانہ عرس مبارک 46 واں

فریدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر فرید الدین قادری

والد گرامی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی

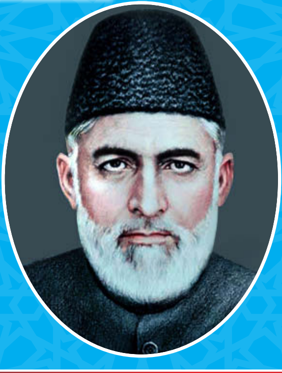

بتاریخ: 16 شوال 1440ھ

بمقام: دارالعلوم فریدیہ قادریہ ملحقہ دربار فرید ملت بستی لوہلے شاہ جھنگ صدر

زیر صدارت: صاحبزادہ محمد صبغت اللہ قادری (ایڈمنسٹریٹر دربار فرید ملت)

خصوصی خطاب: شاگردِ رشید شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری علامہ صاحبزادہ سید ہدایت رسول شاہ صاحب (امیر تحریک منہاج القرآن فیصل آباد)

زیر نگرانی: علامہ حافظ عبد القدیر قادری (ڈائریکٹر دارالعلوم ہذا)

تلاوت: فخر القراء گولڈ میڈلسٹ قاری سید خالد حمید کاظمی الازہری (فاضل جامعۃ الازہر مصر، مدرس جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور)

ابتدائیہ کلمات: انجینئر محمد رفیق انجم (نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن تنظیمات)

نقابت: معروف اسلامی سکالر شہنشاہ نقابت علامہ وقاص علی خالد قادری (کوہ نور T.V) فاضل منہاج یونیورسٹی لاہور

نعت خواں: محمد شکیل طاہر لاہور — عالمی شہرت یافتہ شہباز قمر فریدی — منہاج نعت کونسل لاہور Q.TV

محفلِ سماع: منظورِ نظر حضور شیخ الاسلام شہزاد برادران

خصوصی آمد: مرکزی قائدین، مشائخ و سکالرز

چیف آرگنائزر: محمد جواد حامد — ڈائریکٹر ایڈمن و اجتماعات منہاج القرآن انٹرنیشنل

پروگرام انشاءاللہ

- قرآن خوانی ——— بعد نماز فجر تا ظہر
- غسل دربار شریف ——— بعد نماز ظہر
- رسم چادر پوشی ——— بعد نماز عصر
- محفل ذکر مصطفیٰ ——— بعد نماز مغرب
- خصوصی خطاب ——— بعد نماز عشاء

آخر میں لنگر تقسیم ہوگا

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی مختلف موضوعات پر مشتمل کتب، سی ڈیز لائبریری دار الفرید المعروف فریدیہ ٹرسٹ محلہ پرانی عیدگاہ جھنگ صدر میں دستیاب ہیں

اوقات روزانہ عصر تا مغرب

داعی الی الخیر: صاحبزادہ محمد طاہر قادری و تحریک منہاج القرآن جھنگ

0334-6331063 , 0333-6767094

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
JUNE-2019
LAHORE
Regd CPL No.41